مصنف کے دیگر کتب

	ہدیہ
۱۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب علامہ اقبال کی نظر میں کل کا مومن اور آج کا مسلمان	3/= روپے
۲۔ فلسفۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور علامہ اقبال فلسفۂ نماز، روزہ، حج، قرآن اور مسلمان	4/= روپے
۳۔ مسلمانوں کے تکلیف دہ سوہانِ روح زوال کا حل سورۂ قل ھو اللہ احد (سورہ اخلاص) میں مضمر ہے۔ علامہ اقبال کی لاجواب تفسیر و مثالیں	4/= روپے
۴۔ آج کے مسلمان کے سوچنے کا انداز اور علامہ اقبال کا تردد	3/= روپے
۵۔ فلسفۂ زندگی اور موت از روئے قرآن اور فرامین مصطفوی صلعم اور علامہ اقبال	4/= روپے
۶۔ فلسفۂ جہاد از روئے قرآن اور فرامین مصطفوی صلعم اور علامہ اقبال	4/= روپے
۷۔ فلسفۂ شہادت امام حسین عالی مقام اور علامہ اقبال	4/= روپے
۸۔ مسلمانوں نے ہندوستان آکر کیا دیکھا کیا پایا، کیا کھویا اور نظریات علامہ اقبال — حصہ اول	6/= روپے
۹۔ 〃 〃 〃 〃 حصہ دوم	6/= روپے
۱۰۔ گلستانِ احادیث جزاول یعنی چہل حدیث (حصہ اول تا چہارم) اور علامہ اقبال	4/= روپے
۱۱۔ گلستانِ احادیث جز دوم یعنی چہل حدیث (حصہ اول تا سوم) اور علامہ اقبال	4/= روپے
۱۲۔ شانِ محمدؐ کیا کہیئے شانِ غلاماں سن لیجئے۔	3/= روپے
۱۳۔ والدین کے حقوق قرآن اور فرامین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں	4/= روپے
۱۴۔ خون کے آنسو ہی آنسو اور مسلمان اور علامہ اقبال	2/= روپے
۱۵۔ گلدستہ حمد و گلستانِ نعت	4/= روپے
۱۶۔ مسلمانوں کے عہد زوال میں عورت کا رول (حصہ علامہ اقبال کے نظریات	6/= روپے
۱۷۔ مسلمانوں کے عہد زوال میں علماء کا رول (حصہ اور علامہ اقبال	10/= روپے

ہے مریدوں کو تو حق بات گوارا لیکن ؛ شیخ و مُلّا کو بری لگتی ہے درویش کی بات
(اقبالؒ)

مُسلمانوں کے عہدِ زوال میں

علماء کا رول حصہ اول

اور

بدنصیب مُسلمان اور علامہ اقبال

کتاب کی جھلکیاں

• خیر و شر کا امتزاج • انسان مجموعہ خیر و شر مگر نائب اللہ کا • فضیلت الانبیاء • فضیلت خاتم الانبیاء • فضیلت امت محمدیؐ • مسلمانوں کے زوال کی مدت • امراض • سید مرشد حاجی حفاظ • عام مسلمان اکل حلال و صدق مقال سے محروم • اسلام کا بیج۔ پتی زمین اسلام کا پودا تناور درخت • اسلام کے درخت کیلئے درکار کھادیں • زمانہ کے ساتھ اسلام اور علماء کروٹیں بدلتے • مصائب سے لبریز زندگی محمدؐ

محمد جمیل الدین صدیقی سپرنٹنڈنٹ ہائیکورٹ حیدرآباد اے پی
(ریٹائرڈ)

ملنے کے پتے صفحہ آخر پر

ہدیہ
10/= روپے

بار اول
(۱۰۰۰) ایک ہزار
۱۹۹۰ء

رحمن پبلیشرز منور کا تیج، بی بی بازار، نزد کوٹلہ عالیجاہ مکان نمبر 525-1-23 حیدرآباد-۲ (اے پی)

حقیقی مردانِ خدا (علماء حق)
اور
دکھاوے کے مردانِ خدا (علماء سو)
میں فرق

وہی ہے بندۂ حُر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیّاری!

ازل سے فطرتِ احرار میں ہیں دوش بدوش
قلندری و قباپوشی و کلہ داری!

زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری!

وجود انہیں کا طواف بتاں سے ہے آزاد
یہ ترے مومن و کافر تمام زنّاری!

حقیقی مردانِ خدا ہی زمانہ کی رہبری کرسکتے اور انقلابات حسنہ لا سکتے ہیں

انتساب

میں اِس ناچیز تصنیف کو اُس پاک زندگی

یعنی

مصائب سے لبریز زندگیِ محمدؐ سے

منسوب کرتا ہوں جس نے

"رُخ بدل ڈالا ہے وقت کی پرواز کا"

ادنیٰ غلامِ تاجدارِ مدینہ

محمد جمیل الدین صدیقی

؎ شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے

یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

(علامہ اقبال)

خواب گاہِ نبیؐ پہ رو رو کے

کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نبیؐ پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستاں کے مُسلم بنائے مِلّت مٹا رہے ہیں

یہ زائرانِ حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

غضب ہیں یہ مرشدانِ خود بیں خدا تیری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

یہ پیرانِ کلیسا ہوں کہ شیخانِ حرم ہوں
نے جدتِ گفتار ہے نے جدتِ کردار

(علامہ اقبالؒ)

باب اول

مسلمانوں کے عہد زوال میں علماء کا رول وحصہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

خیر و شر کا امتزاج

اللہ پاک کے کائنات اور عالمین بے سمار اور ان گنت ہیں۔ اللہ پاک نے ہر کائنات اور عالم کو نئے مزاج اور ایک خاص فطرت، خصوصیات کا حامل بنا کر پیدا فرمایا ہے۔ جن میں سے صرف چند جن سے ہم کو سروکار رہا ہے اور رہے گا وہ ہیں عالم بالا، عالم قدس، عالم ملکوت، عالم جبروت۔ یہاں کسی عالم میں شر و گناہ کا ارتکاب ممکن نہیں ۔ ارتکاب گناہ کرنے والا وہاں رہ ہی نہیں سکتا۔ ابلیس نے عالم بالا میں باوجود حکم باری تعالیٰ آدم کو سجدہ نہ کر کے سرکشی کی اور طوق لعنت گلے میں ڈالا گیا، باوجود اس کے سرکشی نہ گئی، اپنی صدیوں کی عبادت کا صلہ بصورت قوت و طاقت صرف اس غرض سے باری تعالیٰ سے طلب کیا کہ آدم اور ابن آدم کو قیامت تک گمراہ اور مائل بہ شر کرتا رہے۔ درخواست ابلیس قبول ہوئی۔ طاقت و قوت عطا ہوئی مگر ساتھ ہی فرمان الٰہی ہوا کہ

"(اے ابلیس) میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ چلے گا۔" (پارہ ۱۵ ۔ سورہ بنی اسرائیل ۱۷۔ رکوع ۶)

اللہ پاک نے جو لفظ "خاص" استعمال فرمایا وہ ذہن نشین رکھنے کے قابل اور بڑی اہمیت کا حامل ہے گویا اس کے بندوں کی تقسیم اب اس طرح ہو گئی (۱) خاص بندے (۲) عام بندے۔ آخر ابلیس نے آدمؑ و حواؑ کو پھل ممنوعہ کھلا کر اللہ کا نافرمان و گناہ گار بنا ڈالا۔ آدمؑ حواؑ اور ان کے ساتھ ابلیس اس زمین پر پھینک دیئے گئے۔

یہہ دنیا جس پر حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ اور ابلیس پھینک دیئے گئے اسکو عالم کرہ ارض (عالم صغریٰ) (صغیر) عالم فانی، عالم اسباب، عالم سفلی، عالم ناسوت۔ (فانی دنیا) عالم وجود عالم کون و فساد کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ ان ناموں سے ہی اس عالم اور اس کی مخلوقات کی فطرت عیاں ہو جاتی ہے اور اس عالم کی فطرت میں فنا یعنی تغیر ہے پتہ چلتا ہے اور یہہ بھی کہ ۔ یہہ عالم اسباب و علل کا پابند ہے۔ یہہ جہاں بودنی و نابودنی ہے عالم کون و فساد بھی ۔ اس عالم کے مخلوقات میں شر بدرجہ اتم موجود ہے۔ مثال کے طور پر بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے، بکرے آپس میں سر ٹکراتے، کتوں کا

لڑنا تو ضرب المثل، مرغ آپس میں لڑکر لہولہان ہو جاتے، اژدھے دوسری مخلوقات کو نگل جاتے، سانپ ڈستے، بچھو ڈنک مارتے، مبتلا تکلیف کرتے یا جان پر بنا دیتے ہیں۔ بلّی چوہے کیلئے، کتا بلّی کے لئے عرصۂ حیات تنگ کرتا ہے۔ غرض کہ کسی جاندار مخلوق پر نظر ڈالی جائے تو ہر جاندار دوسرے جاندار کے لیے شر کے اسباب مہیا کرتا نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ انسان، جیسا کہ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں :-

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں ٭ سو بار ہوئی حضرتِ انسان کی قبا چاک!
تاریخِ اُمَم کا یہ پیامِ ازلی ہے ٭ صاحبِ نظراں! نشۂ قوت ہے خطرناک!

اس کے باوجود اگر نظرِ غائر ڈالی جائے تو ہر مخلوق میں خیر و فائدہ اور اچھائی بھی مضمر ہے۔ مثلاً کتے اور گھوڑے کی وفا۔ ہر جاندار یا بے جان کا کسی اچھائی کی غرض سے کام آنا حتیٰ کہ جڑی بوٹی وغیرہ جہاں مضرت رساں ہو سکتے ہیں وہاں سود مند اور زندگی بچانے کے موجب بھی۔ آگ اور پانی جہاں ہلاکت کا سبب بن سکتے ہیں وہیں زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے لازم اور لابدی بھی بن جاتے ہیں۔

حضرت انسان مجموعہ شر و خیر۔ مگر اشرف المخلوقات اور اللہ کا نائب

جیسا کہ کہا گیا ہے آدمؑ و حواؑ ابلیس کے بہکاوے میں آکر پھلِ ممنوعہ کھانے کے بعد ابلیس کے ساتھ اس عالم میں پہنچ گئے، ایک چیز جو ذہن نشین رکھنا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کے لئے یہ عالم ایک درمیانی عالم یا درمیانی منزل ہے جہاں امتحانی سفر یا امتحانی زندگی سے گزرنا ہے بقول حضرت اقبالؒ

قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب ٭ اس زیاں خانہ میں تیرا امتحاں ہے زندگی

اس امتحان گاہ سے گزر کر پھر عالمِ بالا جہاں سے وہ نکلا ہے عالمِ برزخ سے گزرتے ہوئے پہنچا ہے اسلئے حضرت اقبال اللہ سے عرض کرتے ہیں۔

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں! ٭ کارِ جہاں دراز ہے اب مرا انتظار کر!

بہر حال آدمؑ حواؑ اور ابلیس زمین پر آتو رہے لیکن یہاں آکر بھی ابلیس کا سر اللہ کے جناب میں جھکا نہ ہی احساس ندامت جاگا۔ وہی سرکشی۔ اور سرکشی پر فخر۔ دوسری جانب آدم کا سر باری تعالیٰ کی جناب میں خم تھا اور احساسِ گناہ و نافرمانی اپنی انتہا پر ـــــ آنسوؤں کی نہریں آنکھوں سے رواں تھیں۔ ان آنسوؤں کے ہر قطرہ میں سمندر کے بڑے سے بڑے سمندر کو اپنے میں غرق کرنے کی وسعت اور گناہوں کو دھو دینے کی صلاحیت اور رحمتِ الٰہی کو جوش میں لانے کا انداز چھپا تھا۔ ان آنسوؤں میں وہ چمک تھی کہ ستارے اس چمک کے آگے ماند نظر آنے لگے تھے۔ بقول حضرت اقبالؒ

اس خاک کو اللہ نے بخشے ہیں وہ آنسو　کرتی ہے چمک جن کی ستاروں کو عرق ناک
م کے آنسوؤں کا ہر قطرہ اس دنیا کو خیر سے مالا مال کرنے لگا۔ آدم کی　ت اللہ کو بھا گئی۔ سرفرازی
بی، خلافت کا منصب حضرت آدم کو عطا ہوا۔ "خاص بندوں" میں　۔ اشرف المخلوقات کا اعزاز
طا ہوا۔ اللہ کا نائب اس دنیا میں قرار دیا گیا۔ یہ دیکھکر بھی ابلیس کا سر اللہ کے جناب میں جھکا نہیں۔
رکش سرکشی پر مائل ہو گیا اور ابنِ آدم کے خاص بندوں کے لئے اپنی ہر ممکنہ قوت کا استعمال کرنے لگا۔
رخاص بندوں کو عام بندوں کی فہرست میں لانے لگا۔ جب خاص بندوں یعنی اللہ والوں کی تعداد
ا ہوجاتی اور عام بندوں یعنی ابلیس کے چیلوں کی تعداد بڑھ جاتی تو اللہ پاک جیسا کہ اپنے کلام میں فرماتے
ں انسان پر احسان فرماتے۔

"حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک
پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی
صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں (جبکہ) بالیقین
یہ لوگ صریح غلطی اور فاش گمراہی میں مبتلا تھے　(سورہ آل عمران پارہ ۴)

مقام انبیاءؑ کی بلندی اور ممکنہ فہرست انبیاءؑ

جیسا کہ باری تعالیٰ کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ اللہ پاک پیغمبروں کو بندوں کی ہدایت کے لئے روانہ
رتا اور سمجھاتا رہا کہ

شیطان لوگوں میں فساد کروا دیتا ہے۔ واقعی شیطان انسان کا صریح دشمن ہے
(پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل سورت ۱۷ رکوع ۱۵)

اللہ پاک نے ہر دور میں ہر قوم میں ہر خطہ زمین بلکہ چپہ چپہ زمین پر انبیا بھیجے جن کے نام اور
صحیح تعداد کا علم اللہ پاک ہی کو ہے۔ ہمیں قرآن اور قصص الانبیاء سے جن پیغمبروں کے نام ملتے ہیں
وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت آدمؑ　(۲) حضرت شیثؑ　(۳) حضرت ادریسؑ　(۴) حضرت شمولؑ
(۵) حضرت نوحؑ　(۶) حضرت ہودؑ　(۷) حضرت صالحؑ　(۸) حضرت ابراہیمؑ
(۹) حضرت لوطؑ　(۱۰) حضرت اسمٰعیلؑ　(۱۱) حضرت اسحاقؑ　(۱۲) حضرت یعقوبؑ
(۱۳) حضرت یوسفؑ　(۱۴) حضرت ایوبؑ　(۱۵) حضرت شعیبؑ　(۱۶) حضرت موسیٰؑ

(۱۷) حضرت ہارونؑ (۱۸) حضرت ذوالکفلؑ (۱۹) حضرت داودؑ (۲۰) حضرت سلیمانؑ
(۲۱) حضرت الیاسؑ (۲۲) حضرت الیسعؑ (۲۳) حضرت یونسؑ (۲۴) حضرت زکریاؑ
(۲۵) حضرت یحییٰؑ (۲۶) حضرت جرجیسؑ (۲۷) حضرت شمعونؑ (۲۸) حضرت عیسیٰؑ
(۲۹) خاتم المرسلین سرتاج ابنیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

ابنیاء علیہم السلام وہ ہستیاں ہیں جو بہت بلند مقام پر فائز ہیں ۔ قرآن شاہد ہے کہ وہ ہمیشہ باطل سے ٹکر لیتے، تکالیف جھیلتے، مصائب کے پہاڑوں سے ٹکراتے اور اپنی ہمت کی ٹھوکروں سے ان کو سرمہ سرمہ بنا دیتے، ابلیس کے شر اور اسکی چکر میں آکر گمراہ ہونے والے اللہ کے بندوں کو گمراہی اور ابلیس کے پنجہ سے نکال کر اللہ کے خاص بندوں کے گروہ میں لے آتے ہیں ۔ یہی اللہ کے خاص بندے بندہ حق کہلاتے ہیں علامہ اقبال بندۂ حق کے مقام اعلیٰ کی یوں تعریف کرتے ہیں ۔

بندۂ حق وارث پیغمبراں ⁂ او نگنجد در جہان دیگراں

ترجمہ : اللہ والا (اللہ کا حق بندہ) پیغمبروں کا وارث ہوتا ہے وہ دوسروں کی دنیا میں سما نہیں سکتا بلکہ ساری دنیا اور کائینات اسمیں سما جاتی ہے اور وضاحت بال جبرئیل میں یوں فرماتے ہیں ۔

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث ⁂ مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے
جہاں تمام ہے میراث مرد مومن کی ⁂ میرے کلام پہ حجت ہے نکتہ لولاک

جب ابنیاء علیہم السلام اللہ کے خاص بندوں کو ابلیس کے پنجہ سے نکال کر اس قدر بلند اٹھاتے اور اعلیٰ مقامات پر پہنچاتے ہیں قرآن کے مقامات اعلیٰ بلاشبہ تمام انسانوں سے اعلیٰ بالا و برتر ہونے میں شبہ ہی کیا ہو سکتا ہے ۔

خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہونے کے دلائل

قسم بخدا آقائے نامدار محمد مصطفیٰ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت سارے کائینات اور تمام ابنیاء علیہم والسلام پر بلاشبہ ہے اس فضیلت کو تحریر کرتے جائیں اور ضخیم کتب پر کتب زیورِ طبع سے آراستہ ہوتے جائیں تو بھی ایک رتی برابر فضیلت ادا کرنا ممکن نہ ہوگا ۔ یہ ہمارا اعتقاداً عرض کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ پاک کے فرمان اور ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں قدرے عرض کرکے ہم اپنی کتاب کے متن پر آجائیں گے ۔

(۱) اللہ پاک فرماتے ہیں : لولاک لما خلقت الافلاک

ترجمہ: اگر نہ پیدا کرتا (اے محمدؐ) میں آپ کو۔ آسمان زمین ساری مخلوق کی تخلیق بھی نہ کرتا۔
(۲) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ
ترجمہ: میں اللہ پاک کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور میرے نور سے ساری مخلوق پیدا کیگئی ہے۔
(۳) ہر نبی ایک خاص زمانہ خاص علاقہ خاص خطہ زمین ، خاص مدت کے لئے ایک مخصوص شریعت
مع قوم کی ہدایت کے لئے دیکر روانہ کیا گیا جب دوسرا نبی منصب نبوت پر فائز ہوا پہلے نبی کی شریعت منسوخ
دی گئی لیکن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس شریعت کو لئے تشریف لائے وہ شریعت قیامت تک
کے لئے جاری و ساری رہے گی فرمایا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے آج موسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو
انہیں میری لائی ہوئی شریعت پر عمل کے بغیر چارہ نہ رہتا۔ گویا اس جلیل القدر پیغمبرؐ کو ہر قوم ہر زمانہ
ہر خطہ زمین کے لئے قیامت تک کے لئے روانہ فرمایا گیا۔ (۴) فرمایا رسول اللہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے:
(۱) قیامت میں سب سے پہلے میں قبر سے نکلوں گا۔ (۲) قیامت میں تمام انبیاً علیہم السلام
کا امام و سردار خطیب اور شفیع میں رہوں گا (۳) قیامت میں حمد کا جھنڈا میرے قبضے میں ہوگا۔
تمام انبیاً میرے جھنڈے تلے جمع ہوجائیں گے۔ (۴) قیامت میں مقام محمود مجھ ہی کو عطا ہوگا۔
(۵) شفاعت کبریٰ میرے لئے مخصوص ہوگی۔ (۶) اہل محشر کے سامنے مجھ کو سبز رنگ کا حلہ پہنایا جائیگا
(۷) جنت کے دروازے میں ہی کھلواؤں گا (۸) قیامت میں اتنے بے حساب اعزازات کے باوجود
مجھے کوئی فخر نہیں (مشکواۃ شریف، دارمی شریف، ترمذی شریف، مسلم شریف، قرآن سورہ بنی اسرائیل
بخاری شریف جامع الاصول)۔

ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ان گنت فضیلت ہی کی بنا پر تمام انبیاً علیہم السلام نے شب معراج
آپؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور سرتاج انبیاً بننے کا اعجاز ختم المرسلینؐ کو حاصل ہوا۔ آپؐ کے غلام علامہ اقبالؒ
نے آپؐ کی شان میں اس انداز سے عرض کرنے کی عزت حاصل کی ہے کہ

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

باب دوم

اُمّتِ محمدیؐ کی فضیلت تمام امتوں پر بلاشبہ

مگر دو اقسام

جس طرح محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح آپؐ کی امت کو تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر فوقیت و فضیلت حاصل ہے اسکے وجوہ بہت ہی صاف اور نمایاں ہیں ۔

(۱) جو نبی جس قدر افضل و اعلیٰ ہوگا اس کی امت بھی اسی قدر افضل و اعلیٰ ہوگی ۔

(۲) جس امت کے ذمہ قیامت تک باطل سے ٹکراتے رہنے حق کی روشنی کو پھیلانے حق کا بول بالا کرنے کی ذمہ داری عائد کردی گئی ہو وہ امت بلاشبہ تمام امتوں سے افضل بالا برتر و اعلیٰ ہوگی ۔

(۳) جس امت کا تعلق نور اولینؐ سے ہوگا یعنی جو نور اولین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی تو اس نور اولینؐ کی امت کو ظاہر ہے کہ فوقیت ہی فوقیت سب امتوں پر ہوگی وہ سب امتوں کے مقابلہ میں نور اعلیٰ نور ہوگی اور یہ امت بلاشبہ نور کا دریا بن کر قیامت تک فیض رساں انداز میں بہے گی ۔ مجسم نور پیکر تجلی پیغمبرؐ کی امت اپنا ہر نورانی قدم شریعت کی نورانی چادر پر رکھتے ہوئے قرآن کے نورانی بول پڑھتے سناتے عمل کرتے دنیا کو اپنا عمل دکھاتے دنیا کو پر نور بناتے نور ایمان کی گرمی سے جہاں کو گرماتے بزم کو اپنے نورانی چہروں سے منور و تاباں بناتے اپنے نورانی اعمال سے محفل دنیا میں نور افزائی و نور افشانی کرکے خالق عالم کے نور نظر بن کر کائنات کے لئے دیدہ نور بن جاتے ہیں ۔ یہ خاکی مخلوق نوری مخلوق کو احساس کمتری پر اپنے نورانی اعمال سے مائل ہونے پر مجبور کردیتی ہے ۔ اسی نورانی نبیؐ کی نورانی اعمال رکھنے والی امت کے نورانی اعمال کے آگے آفتاب کی ضیا پاشیوں اور چاند و ستاروں کی چمک غرقناک ہوکر رہ جاتی ہے ۔ اس نورانی امت کی علامہ اقبال اسطرح تعریف فرماتے ہیں اور اسکی اہمیت اور اس کے مقام کو اجاگر کرتے ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی غلام و امتی جن کا مقام بعد از انبیاءؑ

بزم در گفتگو گرم دم جستجو ٭ رزم ہو یا بزم ہو پاک دل پاکباز
اس کی امیدیں قلیل اسکے مقاصد جلیل ٭ اسکی ادا دلفریب اس کی نگہ دل نواز

اللہ کا خاص بندہ محمدؐ کا خاص امتی یعنی مسلم جسکا مقام بعد از انبیاءؑ

نبض موجودات میں پیدا حرارت اس سے ہے ٭ اور مسلم کے تخیل میں جسارت اس سے ہے
حق نے عالم اس صداقت کیلئے پیدا کیا ٭ اور مجھے اسکی حفاظت کیلئے پیدا کیا
دہر میں غارت گر باطل پرستی میں ہوا ٭ حق تو یہ ہے حافظ ناموس ہستی میں ہوا
میری ہستی پیرہن عریانی عالم کی ہے ٭ میرے مٹ جانے سے رسوائی بنی آدم کی ہے
قسمت عالم کا مسلم کوکب تابندہ ہے ٭ جس کی تابانی سے افسوں سحر شرمندہ ہے
آشکارا ہیں میری آنکھوں پہ اسرار حیات ٭ کہہ نہیں سکتے مجھے نومید پیکار حیات
پاس کے عصر سے آزاد میرا روزگار ٭ فتح کامل کی خبر دیتا ہے جوش کارزار
پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی ٭ ستارے جسکی گرد راہ ہو وہ کارواں تو ہے

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اللہ پاک پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل میں ابلیس سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔
"(اے ابلیس) میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ چلے گا"۔
پس امت محمدیؐ میں بھی رسول مقبولؐ کے خاص امتی بھی ہیں اور عام امتی بھی۔ خاص امتی اللہ کے خاص بندے ہیں جو اللہ کی رسی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں یعنی سنت کو پکڑے ہوئے ہیں جن کی تعریف اوپر کی گئی۔ عام امتی جو بلحاظ نام امتی ہیں اور در اصل چیلے ابلیس کے ہیں۔ ان کی تعریف علامہ اقبال یوں کرتے ہیں۔

عام امتی جو باعث رسوائی پیغمبر

ہاتھ بے زور ہیں الحاد کے دل خوگر ہیں ٭ امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں ٭ تھا براہیمؑ پدر اور پسر آذر ہیں
قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں ٭ جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود ٭ یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائے یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغاں بھی ہو ٭ تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلماں بھی ہو

علماء حق

اب ہم اپنے مطلب پر آ گئے ۔ ایسے ہی مندرجہ بالا گروہ کو سدھارنے اور راہ راست پر لانے کی ذمہ داری علماء دین پر قیامت تک کے لئے عائد فرمادی گئی ہے ۔ اسکے بعد کا اقدام کافروں کو اسلام پر لانا ہے ۔ یعنی پہلے مسلمان نما کافر کو حقیقی مسلم بنانا پھر کفار کو اسلام کے دائرہ میں لے آنا ۔ اسلئے علماء کا مقام بعد از انبیاء ہوا اور ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہوا ۔

(۱) ایک سمجھدار عالم حق شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ بھاری ہے (ترمذی مشکوٰۃ)

(۲) علماء کی (جو عمل صالح اور اسلامی رہبری و پیروی کرتے ہیں) تابعداری کرو بیشک وہ دنیا اور آخرت کے چراغ ہیں ۔ (کتاب فردوس) ۔

(۳) علماء (باعمل صالح اور متقی) کی عزت کرو کیونکہ اللہ کے نزدیک وہ معزز ہیں (کتاب فردوس)

علامہ فرماتے ہیں ان علماء حق کے بارے میں ۔

اس مرد خود آگاہ و خدامست کی صحبت ؎ دیتی ہے گداؤں کو شکوہ جم و پرویز

اللہ کے خاص بندے

قرآن مجید میں اللہ پاک نے بلحاظ مراتب اپنے خاص بندوں کی اس طرح تقسیم فرمائی ہے ۔

(۱) انبیاء (۲) صدیقین (۳) شہدا (۴) صالحین

انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا ۔ اب آپؐ کی امت میں صدیقین شہدا اور صالحین کے پیدا ہونے کا سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا ۔ ان مراتب کی حصولی کے لئے فضل خداوندی کے ساتھ اپنی نیت کوشش محنت ، لگن اطاعت اللہ ، اطاعت رسول حقیقی انداز سے پابندی مذہب اعمال صالحہ کو بھی گہرا لگاؤ و تعلق ہے جیسا کہ علامہ اقبال کہتے ہیں ۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ؎ یہ خاکی اپنی فطرت میں نوری ہے نہ ناری ہے

لفظ خاص کو ذہن میں رکھئے گا جو اللہ پاک نے فرمایا میرے خاص بندے اے ابلیس ! تیرے قابو میں نہ آئینگے اسی لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص امتی اور عام امتی کی بھی ہم نے اوپر تفصیل بتلادی ۔ اب اسی طرح علمائے دین کی بھی تفصیل ہوئی (۱) خاص علماء (۲) عام علماء ۔ خاص علماء ، علمائے حق کہلاتے ہیں (۲) عام علماء وہ ہیں جو علم دین حاصل کر کے ابلیس کے چیلے بن کر علم دین کو دنیا کمانے کے لئے استعمال کرتے ہیں و علماء وہ ہیں جس کے بارے میں علامہ فرماتے ہیں ۔

اے حلقۂ درویشاں وہ مرد خدا کیسا ؎ ہو جس کے گریباں میں ہنگامہ رستاخیز !

جب قوم کو زوال آتا ہے تو علماء حق خال خال ہو کر نظروں سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور علماء سو قوم کو تباہ و برباد کرنے اور اپنے دینوی مفادات حاصلہ کے تحت مصروف بہ کار نظر آتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء سو کے بارے میں فرمایا ہے۔

احادیث دربارئے علماء بے عمل یعنی علماء سو

حدیث ۱ فرمایا رسولِ عربی مکی و مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اسکی انتڑیاں نکل پڑے گی اور اسکو گھمایا جائے گا۔ جیسے چکی کے گرد گدھا گھومتا ہے۔ دوزخ والے اس کے گرد جمع ہوں گے اور کہیں گے "اے فلاں! تو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور برائی سے منع کرتا تھا تو دوزخ میں کیسے پھینکا گیا" وہ کہے گا کہ میں دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نیک کام نہیں کرتا تھا، دوسروں کو برائی سے منع کرتا تھا مگر میں خود اس برائی کو کرتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

حدیث ۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے فرمایا علم کامل کے حامل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "جب الحزن" سے خدا کی پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے پوچھا "یارسول اللہ" "جب الحزن" کیا ہے حضورؐ نے جواب دیا "جہنم میں ایک وادی ہے اس سے جہنم بھی ہر روز سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے"۔ صحابہؓ نے پوچھا "یارسول اللہؐ! اسمیں کون لوگ داخل ہونگے فرمایا یہ وادی ان عالموں کے لیے بنائی گئی ہے جو اپنے اعمال کی نمائش کرتے ہیں اور در حقیقت خدا کے نزدیک سب سے زیادہ برے وہ علماء ہیں جو بادشاہ کی ملاقات کو جاتے ہیں (ابن ماجہ)

حدیث ۳ خبردار فرمایا صاحب وحی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے لیے برے علماء سے ہلاکی ہے (حاکم)

حدیث ۴ فرمایا ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہل کے لئے ہلاکی ہے اور اس عالم کیلئے ہلاکی ہے جو عمل نہیں کرتا (ابی نعیم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام علامہ اقبال ایسے ہی علماء سو کی دربار رسالت میں فریاد کر رہے ہیں۔

غضب ہیں یہ مرشداں خود بین خدا تری قوم کو بچائے

بگاڑ کر ترے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

باب سوّم

مسلمان قوم کی روحانی معاشی حکومت کے زوال کی مدت

مسلمان قوم کا زوال آج کا نہیں صدیوں پرانا ہے۔ مسلمان روحانی ایمانی اخلاقی گراوٹ کا صدیوں سے شکار ہے۔ متاع کردار سے محروم ہو کر صدیاں گزر گئے ہیں نہ مسلمان قوم میں ایمانی و روحانی قوت باقی رہی نہ اپنے آبا کے اعمالِ حسنہ سے انہیں نسبت۔ علامہ اقبال نے مسلمانوں سے ایمانی قوت کے غائب ہوجانے کی مدت کو آج سے پچاس سال قبل تین سو سالہ بتلاتے ہوئے اللہ پاک سے روحانی فیض مسلمان قوم کو عطا فرمانے کی اسطرح دعا کی ہے۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند ؎ اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ کی حیات کے بعد جن کا عہد شہنشاہ جہانگیر کے دورِ حکومت سے تعلق رکھتا ہے اور حضرت نے عہد جہانگیری میں شہنشاہ جہانگیر کی شان و شوکت کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی اور اپنا سر اسکی دُنیوی شان و شوکت کے سامنے خم نہیں کیا بلکہ حق کے سامنے اسکے سرِ شہنشاہی کو خم کروادیا اور مسلمان قوم کو روحانی فیض سے مالا مال کر دیا۔ علامہ اقبالؒ روحانی فیض کا سلسلہ کا حضرت مجدد کے بعد بند ہوجانا پھر اس پایہ کا بزرگ اور عالم بے عمل کا پیدا نہ ہونا اور مسلمانوں کا روحانی افلاس میں مبتلا ہوجانا بتلاتے ہیں۔ بالِ جبرئیل میں لکھتے ہیں ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر ؎ وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے ؎ اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے ؎ جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہبان ؎ اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو ؎ آنکھیں مری بینا ہیں ولیکن نہیں بیدار
آئی یہ صدا سلسلہ فقر ہوا بند ؎ ہیں اہلِ نظر کشورِ پنجاب سے بیزار

عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں ؛ پیدا کلۂ فقر سے ہو طرۂ دستار
باقی کلۂ فقر سے تھا ولولۂ حق
طروں نے چڑھایا نشۂ خدمت سرکار

جہاں تک حکومت کے مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانے کا سوال ہے علامہ اقبال اس مدت کو آج سے پچاس سال قبل دو سو سالہ مدت یعنی انگریزوں کا دورِ غلامی بتلاتے ہیں۔ روحانی افلاس ہو کہ دنیوی غلامی ہر دو کا علامہ اقبال علماء سو ہی کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں علماء کو نوجوانانِ قوم کو صحیح انداز سے رہبری کرنے کی نصیحت اور خانقاہی نظام سے نکل کر میدانِ عمل میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح قدم بڑھانے اور عمل پیرا ہونے کی ہدایت اسطرح کرتے ہیں۔

اے پیر حرم رسم و رہ خانقہی چھوڑ ؛ مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
اللہ رکھے ترے جوانوں کو سلامت ؛ دے ان کو سبق خود شکنی خود نگری کا
تو ان کو سکھا خارہ شگافی کے طریقے ؛ مغرب نے سکھایا انہیں فن شیشہ گری کا
دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی ؛ دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

علامہ اقبال رح کو صدمہ ہے کہ مسلمان قوم کو اوپر اٹھانے کوئی روحانی ہستی حضرت مجدد الف علیہ الرحمہ کے بعد مسلمانوں کو نصیب ہی نہ ہوئی اور جہاں تک سیاست کا تعلق ہے کوئی میدان سیاست میں از روئے مذہب رہبری کرنے والا بھی باقی نہیں رہا ——— اور مسلم قوموں کے امراض اور نفسیاتِ غلامی اور دینی امام اور شیوخ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

بیمار مسلمان قوم بٹتی ہوئی اقوام کی صورت میں

سخت باریک ہیں امراض امم کے اسباب ؛ کھول کر کہیے تو کرتا ہے بیاں کوتاہی!
دیں شیری میں غلاموں کے امام اور شیوخ ؛ دیکھتے ہیں فقط ایک فلسفۂ روباہی!
ہو اگر قوت فرعوں کی در پردہ مرید ؛ قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللہی!
بیچاری کئی روز سے دم توڑ رہی ہے ؛ ڈر ہے خبر بد نہ میرے منہ سے نکل جائے

سیاسی پیشوا

امید کیا ہے سیاست کے پیشواؤں سے ؛ یہ خاکباز ہیں رکھتے ہیں خاک سے پیوند!

ہمیشہ مور و مگس پر نگاہ ہے ان کی ؛ جہاں میں صفت عنکبوت ان کی کمند!

حضرت اقبال مسلمانوں کے مذہبی رہنماؤں اور سیاسی پیشواؤں دونوں سے مایوس ہیں - اور انہیں یہہ صدمہ ہے کہ زوال پذیر مسلمان قوم نے اپنا سیاسی پیشوا الگ بنالیا اور مذہبی رہنما الگ حالانکہ اسلام میں سیاست داخل ہے سیاست اسلام کی ایک ناچیز کنیز سے بڑھ کر حیثیت نہیں رکھتی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین کی زندگی اور حکمرانی سے ظاہر ہوتا ہے - افسوس کے ساتھ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں ؎

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی ؛ ہوس کی امیری ہوس کی گدائی
نہیں تجھ کو تاریخ سے آگاہی کیا ؛ خلافت کی کرنے لگا تو گدائی
جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو ؛ جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

آج کا زوال پذیر مسلمان سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کا عروج روپیہ میں مضمر ہے
علامہ اقبال سمجھاتے ہیں :

زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات ؛ جو فقر سے ہے میسر تونگری سے نہیں!
اگر جوان ہوں میری قوم کے جسور و غیور ؛ قلندری میری کچھ کم سکندری سے نہیں!
سبب کچھ اور ہے تو جسکو خود سمجھتا ہے ؛ زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں!
اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا ؛ قلندری سے ہوا ہے' تونگری سے نہیں!
اُدھر نہ دیکھ' ادھر دیکھ اے جوان عزیز ؛ بلند زور دروں سے ہوا ہے فوّارہ!
حیف اس قوم کا بے سوز' عمل زار و زبوں ؛ ہوگیا پختہ عقاید سے نہیں جس کا ضمیر!
دین ہو فلسفہ ہو فقر ہو سلطانی ہو ؛ ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر!

ہے میرے سینۂ بے نور میں اب کیا باقی
لا الٰہ مردہ و افسردہ و بے ذوق نمود

باب چہارم

سخت باریک ہیں امراضِ اُمم کے اسباب (علامہ اقبال)

علماء اختلافات و فرقہ جات ایک طرف مسلمان قوم بیمار ہے تو دوسری جانب مسلمان قوم کے علماء یعنی طبیب روحانی خود قابلِ رحم حد تک بیمار ہیں - ایک طرف مسلمان قوم ایک اللہ ایک رسول ایک کعبہ ایک قرآن کو مانتے ہوئے دو فرقہ جات نہیں بلکہ دو شیعہ و سُنّی اقوام کے روپ میں بٹ گئی ہے۔ بلاشبہ وہ ایک روزِ سیاہ تھا جبکہ یہودی اپنی چال میں کامیاب ہوگیا اور یہ قوم علٰحدہ علٰحدہ شریعت کی حامل بن کر علٰحدہ تاریخ اپنائے بٹ گئی۔ یہودیوں نے ہمیشہ اسلام اور مسلمان قوم میں رخنے ڈالنے ہی کو اپنا مقصدِ حیات بنا رکھا۔ خیر —— ہم شیعہ فرقہ یا قوم کے بارے میں ایک لفظ بھی کہنے تیار نہیں ہیں۔ یہ تو ایک افسانہ ماضی اور قصہ پارینہ بن چکا ہمیں حضرت اقبال کی اس نصیحت پر عمل پیرا ہونا ہے۔

محفلِ نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ ؛ رنگ پر جواب نہ آئیں ان افسانوں کو نہ چھیڑ

وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لئے اپنی زبان! ؛ چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامہ محشر یہاں

ہمیں رونا ہے تو اپنے آپ پر کہ سنی کہلاتے ہوئے ذرا ذرا سے مسائل میں الجھ کر دوری اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہ ذرا ذرا سے اختلافات غضب بن کر ایک دوسرے کے درمیان خلیج بن گئے ہیں مثلاً فاتحہ کا مسئلہ - درگاہوں کا مسئلہ - نذر و نیاز کا مسئلہ وغیرہ وغیرہ اور اس قسم کے مسائل ہیں جس کے بارے میں شدت اختیار کرکے ہم بٹ کر رہ گئے ہیں ہم اس بحث میں جانا ہی نہیں پسند کرتے کہ کون صحیح اور کون غلط۔ مگر ہمارا ایقان کامل ہے کہ یہ شیعہ سُنّی مسئلہ نہیں ہے کہ حل ہی نہ ہو بقول حضرت اقبال سے

یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مرد خردمند

شریعت اس سلسلہ میں صاف اور واضح ہے مگر علماء اپنی دیڑھ دیڑھ اینٹ کی علٰحدہ علٰحدہ مسجدیں بنائے کتابوں پر کتابیں لکھتے اور اپنی قابلیت کا لوہا منوانے تلے بیٹھے ہیں اور بیچاری بیمار قوم بٹ کر رہ گئی ہے۔

اس معاملہ میں شرع شریف صاف ہے۔ شریعت میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ علماء کا اپنا اپنا مزاج ہے جو کام کر رہا اور قوم میں جدائی پیدا کر رہا ہے جہاں تک شریعت کا تعلق ہے علامہ اقبال رمو بیخودی میں کہہ رہے ہیں ؎

در شریعت معنیٔ دیگر مجو ؎ غیر ضو در باطن گوہر مجو
ایں گہر را خود خدا گوہر گراست ؎ ظاہرش گوہر بطونش گوہر است
علم حق غیر از شریعت ہیچ نیست ؎ اصل سنت جز محبت ہیچ نیست

ترجمہ ، مطلب ۔ شاعر مشرق ان لوگوں کو جو اپنی قابلیت کے جواہر منوانے شریعت محمدی کے معنی دیگر علماء کر کے اختلافات پیدا کر رہے ہیں نصیحت فرماتے ہیں کہ (۱) شریعت کے معنی دیگر مت تلاش کر۔ شریعت کے موتی کے اندر بھی سوائے ضیا و روشنی کے کچھ ہے ہی نہیں (۲) یہ شریعت کا موتی تو وہ موتی ہے جسکو خود اللہ پاک نے بنایا ہے۔ اس گوہر کا ظاہر اور باطن دونوں ایک ہی طرح کے روشن اور ضیا بخش ہیں۔ (۳) اللہ پاک کا علم شریعت محمدیؐ کے سوا کچھ ہے ہی نہیں ۔ اصل سنت تو محبت کے سواء کچھ بھی نہیں یعنی مطلب صاف ہے کہ اللہ پاک کے رسولؐ کی محبت ہی اصل شریعت۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کو محبت ہے تو اسکا ہر قدم اپنے رسولؐ کے نقش قدم پر ہوگا تو اختلافات کا وجود ہی کیسے ہو سکتا ہے۔ اور اختلافات پیدا ہی کیسے ہو سکتے ہیں ؟

قوم میں علامہ کہتے ہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے ۔ قرآن کی تفسیر کرنے والے مفسرین بھی ہیں ۔ احادیث بیان کرنے والے محدثین بھی ، وعظ و نصیحت سنانے والے واعظین بھی ۔ ہاتھ پر بیعت لینے والے مرشد بھی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں نعتیہ کلام لکھنے والے شاعر بھی ۔ پھر بھی قوم نفسیات غلامی میں مبتلا ہے ۔ فرماتے ہیں۔

شاعر بھی ہیں پیدا علماء بھی حکماء بھی ؎ خالی نہیں قوموں کی غلامی کا زمانہ !
مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا مگر ایک ؎ ہر ایک ہے گو شرح معانی میں یگانہ !
بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رم آہو ؎ باقی نہ رہے شیروں کی شیری کا فسانہ !
چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقامات بلند ؎ کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار

زوال پذیر قوم میں علماء کا کیا رول و حصہ ہے بیان کرنے کے قبل مناسب ہوگا کہ پہلے اس قوم کے مختلف طبقات کے کردار کا سرسری جائزہ لیں بعد میں علماء کے کارناموں اور ان کے رول پر کہ کس طرح وہ قوم کو سدھارنے میں مصروف و منہمک ہیں نظر ڈالیں ۔

(۱) سید زادے اور اکل حلال یعنی حرام ہی حرام ۔ جن کیلئے صدقہ زکواۃ فطرہ حرام ہے

مسلمانوں کا ایک لائقِ احترام طبقہ ہے سیدوں کا ۔ جن کے لئے زکواۃ فطرہ اور صدقہ حرام ہے۔ چند مثالیں صرف یہ سمجھنے کے لئے پیش ہیں کہ جب ان سیدوں میں روحانی افلاس کا یہ حال ہے تو عام مسلمانوں کا کیا حال ہوگا؟ علامہ اقبالؒ بھی ضربِ کلیم میں فلسفہ زدہ (افلاس زدہ سید زادے) کے بارے میں حسبِ ذیل اشعار لکھکر یہی ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

فلسفہ زدہ سید زادے کے نام

تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا ؛ زناریٔ برگساں نہ ہوتا
ہیگل کا صدف گہر سے خالی ؛ ہے اس کا طلسم سب خیالی!
محکم کیسے ہو زندگانی؟ ؛ کس طرح خودی ہو لازمانی؟
میں اصل کا خاص سومناتی ؛ آبا میرے لاتی و مناتی
تو سید ہاشمی کی اولاد ؛ میری کفِ خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب و گل میں ؛ پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
شعلہ ہے ترے جنوں کا بے سوز ؛ سن مجھ سے یہ نکتۂ دل افروز
انجامِ خرد ہے بے حضوری ؛ ہے فلسفہ زندگی سے دوری!
افکار کے نغمہ ہائے بے صوت ؛ ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت!
دیں مسلکِ زندگی کی تقدیم ؛ دیں سرِ محمدؐ و براہیمؑ
دل در سخنِ محمدیؐ بند ؛ اے پورِ علیؓ ز بوعلی چند
چوں دیدۂ راہ بیں نداری ؛ قائد قرشی بہ از بخاری

آئیے ہم اب علامہ اقبالؒ کے مندرجہ بالا اشعار کی روشنی میں سیدوں کا سرسری جائزہ لیں۔

سید مرشد حاجی اور مضامین کی چوری

ہمارا ایک مضمون "فلسفہ شہادت حضرت امام حسین عالی مقام اور علامہ اقبال" ۱۰ر محرم سنہ ۱۴۱۰ھ کو اخبار رہنمائے دکن میں الحاج سید غلام محمد کیفی شاہ نظامی کے نام سے شائع ہوا۔ میں نے اخبار مذکور کے ایڈیٹر کو نوٹس دی۔ جواب کی وصولی پر معلوم ہوا کہ یہ مضمون "کلامِ اقبال کی روحانی عظمت" کی ایک کتاب جو

متذکرہ صدر الحاج سید اور محمدؐ کے غلام ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور شاعر بھی ہیں کیفی تخلص فرماتے ہیں۔ شاہ یعنی مرشد بھی ہیں اور حسن نظامی کے خاندان سے ہونے کی بناء پر نظامی بھی لکھتے ہیں کی مرتبہ کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے سرورق اور فہرست مضامین کے فوٹو کاپی بھی دفتر اخبار نے روانہ کئے جس کی بناء صاحب موصوف کے مکان سے دو کتب خریدے گئے دیکھکر حیرت ہوئی کہ اس کتاب میں جو (۱۹۲) صفحات اور پندرہ مضامین پر مشتمل ہے تمام مضامین مختلف حضرات کے چوری کئے ہوئے ہیں جس میں پانچ مضامین میرے ہیں جو مختلف اخبارات اور میری کتابوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ الحاج سید اور مرشد کو نوٹس دینے پر گھر تشریف لاکر دست بستہ نہ صرف معافی چاہی بلکہ دست بستہ معافی نامہ تحریری طور پر لکھدیا اور اخبار رہنمائے دکن میں میرے پانچ مضامین اپنی کتاب میں شائع کرنے کا اعتراف اور اقبال کرکے بھی معافی و معذرت شائع کی اور بقیہ حضرات کے مضامین جنہوں نے انہیں پکڑا انہیں ان کے نہ نام کا اظہار کیا اور نہ ہی اس تعلق سے معافی کا اظہار فرمایا۔ بعد میں پتہ چلا کہ سید الحاج اور موصوف کا پرانا مشغلہ ہے ان کے علاوہ اور بھی ایسے سید اور واعظ ہیں جن کا یہی مشغلہ ہے جب سید الحاج مرشدین اس معیار پر اتر آئیں تو عام مسلمان کے کردار کا کیا ہوگا مسلمان کے سدھار میں اور ان کے زوال میں علماء، حاجی اور سید و مرشد واعظ یہی کردار و رول و حصہ ادا کرنے کے لئے رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمان قوم کو کب عروج سے ہمکنار فرمائیگا۔ اسی وقت تک نہیں جب تک یہ قوم خود سنبھلنے کا ارادہ نہ کرے اور صاحب کردار نہ ہو جائے۔

سیدؐ، نماز، قرآن، مسجد اور رشوت

اور ایک واقعہ ہے ایک صاحب کا جو پابندِ نماز بھی تھے اور قرآن خوانی ان کا شغل تھا ایک محکمہ عالیہ میں ملازم تھے، ایک اہلِ غرض محکمہ عالیہ میں اپنی غرض لے گئے۔ سید صاحب نے ایک رقم مطلوبہ (رشوت) کا مطالبہ کیا جس کا کچھ حصہ اس مسلمان فریق نے دیدیا کچھ باقی تھا دوسرے روز بقیہ رقم دینے کا وعدہ کیا۔ دوسرے روز وہ مسلمان فریق جب محکمہ عالیہ پہونچا تو سید صاحب کو نہ پایا محکمہ عالیہ کے سامنے کی مسجد میں بغرض ادائی نمازِ ظہر داخل ہوا، وضو بنانے بیٹھا ہی تھا کہ سید صاحب جو نماز ظہر سے فارغ ہوکر قرآن خوانی میں مصروف تھے۔ ان کی نظر اس شخص پر پڑ گئی۔ قرآن کھلا چھوڑ، کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح اس شخص پہ جا گرے بقیہ رقم کا مطالبہ کرکے وصول فرمالیا اور رقم رشوت جیب میں رکھکر پھر مصروف تلاوت پاک ہو گئے۔ سید صاحب سے اس شخص کا کلام بھی نہ ہو سکا۔ معاملہ نہ صرف منظرِ عام پہ آیا بلکہ عہدہ دارانِ بالا کے سامنے اس شخص نے سید صاحب سے ان واقعات کا اعتراف و اقبال

کروالیا سید صاحب کی نگاہیں نیچی ہوگئیں۔ صرف تبادلہ کر دیا گیا۔ ہندو پوچھتے تھے، مقدس کتاب قرآن اور نماز پڑھ کر یہ کیسے سید ہیں جو مسجد میں رشوت لیتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے سچ ہی کہا ہے

خودی کی موت سے ہندی شکستہ بالوں پر ؏ قفس ہوا ہے حلال اور آشیانہ حرام

سیدؔ کی بیٹی کا اغوا سیدؔ نے کیا

ایک سید صاحب نے ایک مکان ایک مرشد سے جو وہ بھی سید تھے کرایہ حاصل کیا جو بالکل مالک مکان مرشد کے مکان کے سامنے تھا۔ مرشد کی اکلوتی بیٹی سید صاحب کے گھر آتی رہتی تھی۔ سید صاحب مرشد کی بے انتہا دولت سے متاثر تھے۔ مرشد کے گھر اپنی بیوی کو روانہ کرکے ان کی صاحبزادی کو اپنی بہو بنا لینے پیام دیا۔ نااہل لڑکے کو دیکھکر مرشد نے انکار کر دیا اب سید صاحب کچھ ذریعہ جادو کچھ اپنی بیوی کے ذریعہ معصوم لڑکی کو جال میں پھنسا کر معہ زیورات کے اپنے گھر بلوالیا وہاں سے فوری ایک مقام پر لیجا کر قاضی کو بلوا کر بیٹے سے نکاح پڑھوا کر اپنی بہو بنا لیا اور سمجھے کہ اکلوتی بیٹی ہے۔ باپ تو مان جائے گا۔ مرشد بھی بڑا سخت جان نکلا۔ عدالت، پولیس سب ایک کر دی۔ لڑکی کی عمر اٹھارہ سال طے پانے سے لڑکی تو سید صاحب کے گھر سے باپ کے گھر جا نہ سکی مگر باپ نے ناکہ میں لڑکی اور اسکے شوہر اور خسر کو بلوا کر تمام ہزارہا روپے کا زیور جسم سے نکال لیا۔ اب رہا مکان، مرشد نے تخلیہ کا مطالبہ کیا۔ سید صاحب نے ایک شہر کے مشہور پہلوان کو فراہم کرکے چوتھائی قیمت پر مکان کی رجسٹری ہوگئی اب سے پہلوان کے نام کروا کر مکان پہلوان کے حوالے کر دیا۔ اب مقابلہ تھا پہلوان اور مرشد کا ——

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

سخت باریک ہیں امراضِ اُمم کے اسباب ؏ کھول کر کہئے تو کرتا ہے بیاں کوتاہی

سید صاحب طوائف کے گانے، سود اور اضافہ رشوت کیلئے طالب دعا

ایک جعفری سید محکمہ مال میں بہ زمانہ تحصیلداری رشوت میں اپنا ریکارڈ رکھتے تھے اور طوائف کے گانے راتوں میں سنا کرتے تھے۔ حالات نے تحصیلداری سے پیشکاری پر لا ڈالا۔ ان کا ایک خط میرے پاس محفوظ ہے۔ لکھتے ہیں نہ پیشکاری کی تنخواہ اور نہ ہی اوپر کی آمدنی ہمارے اخراجات (شاہانہ) کے لئے کافی ہو رہی ہے۔ آخری ماہ فی روپیہ ایک آنہ کے حساب سے سود کا قرضہ لینا پڑ رہا ہے۔ اللہ پاک سے دعا کیجئے کہ ایسی جگہ تبادلہ فرمادے کہ اوپر کی آمدنی اتنی ہو کہ قرضہ لینا نہ پڑے۔ سیدوں کو صدقہ فطرہ اور زکوٰۃ سب حرام ہے —— اگر جائز ہیں تو رشوت، طوائف کا گانا سننا اور دھوکہ اور سود۔

سید صاحب رشوت اور زنا

ایک رضوی سید محبوب نگر کی تعلقداری میں محافظ دفتر تھے۔ رشوت تو محبوب مشغلہ تھا ہی پست اقوام کی عورتوں سے تعلقات رکھکر کئی کو صاحب اولاد بناڈالا۔ آج سید کے لطیفہ پست اقوام بن کر عالم کفر میں جی رہے ہیں اور جو مسلمان عورتوں کی وجہ سے مسلمان ہیں وہ مجہول النسل سید ہیں۔ انگریزوں نے صرف سو سال سے کچھ زائد ہندوستان پر حکومت کی۔ یہاں کی پست اقوام کو اپنے مذہب میں بہ قوت روپیہ اور علم لاکر لاکھوں کو کرسچین (CHRISTIAN) بناڈالا اور مسلمانوں نے نوسو سال حکومت کی اور اقلیت میں ہی آج ہیں اور زوال ان کا مقدر بن چکا ہے۔ نہ تبلیغ اسلام نہ اعمال صالح۔ اس لئے علامہ نے زوال کی وجہ بتلادی ہے

نہ ہے ستارہ کی گردش نہ بازی افلاک ؎ خودی کی موت ہے ترا زوال نعمت وجاہ

اب ہم مشاہدات سے ہٹ کر تاریخی واقعات پر آتے ہیں، آصفجاہی دورِ حکومت میں نظام ثانی پھر نظام ثالث سکندر جاہ نے چندا طوائف کو مہ لقا کا خطاب دیا۔ مہ لقا تاریخ آصفجاہی کے اوراق کا جزو بن گئی۔ اس طوائف کے بارے میں فخریہ انداز میں لکھا ہے کہ اسمیں سادات کا خون تھا۔ کس قدر ماتم کیا جائے کم ہے۔ ہم نے مسلمانوں کے عہد زوال میں عورت کا رول وحصہ میں ایک باب اس کے بارے میں لکھا ہے اسلئے یہاں مزید تبصرہ غیر ضروری ہوجاتا ہے۔ آصفجاہی خاندان کے فرمانرواں یعنی نظام ششم و نظام ہفتم کے عہد کے صدر اعظم مہاراجہ سرکشن پرشاد نے ایک سیدانی غوثیہ بیگم سے نکاح کیا ان کے بیٹے خواجہ نصر اللہ خان کی شادی میں فانی بدایونی مشہور شاعر نے جو سہرا لکھا ہے باقیات فانی میں ملاحظہ فرمائیے اور سادات پر ماتم کیجئے۔

واقعات لکھنے کا مقصد حقائق کو سمجھکر سادات کا صراط مستقیم پر گامزن ہونا ہے۔ اللہ پاک نے بھی قرآن مجید میں انسان کو راہ راست پر لانے واقعات یعنی واقعات بصورت داستان بیان فرمائے ہیں۔ اب بھی اپنے میں انقلاب حسنہ لانے کی کوشش کریں اور اپنے اعمال کا محاسبہ کریں چونکہ بقول حضرت اقبال

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات کشمکش انقلاب
صورت شمشیر ہے دست قضاء میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

آج کا طبقۃ الحاج اور اوصافِ عالی

حج اسلام کی مقدس ترین عبادت ہے۔ مسلمانوں نے اس مبارک عبادت کو اس قدر بدنام کر دیا ہے
حاجی کے اعمال دیکھکر لوگ اسکو باجی کہنے لگے ہیں۔ جب خاص اوصاف کے حامل حج کو جاتے ہیں تو
قولہ بن گیا ہے "سات سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی"۔ ایک حاجی صاحب کے ماموں خسر نے شادی نہیں
جدہ میں انجینئر تھے ان کا روپیہ صرف خواہر زادی اور اس کے شوہر کے لئے وقف تھا۔ تین مرتبہ دونوں
حج پر بلوایا۔ حاجی حجانی کا گھر یورپ کا شوروم یا میوزیم بن گیا تھا۔ تین مرتبہ حج سے فارغ ہونیوالی
بانی بلوز پہنے بغیر گوشہ اپنے شباب کی نمائش کرتے اپنے حاجی شوہر کے پیچھے اسکوٹر پر رواں دواں
ظر آتیں۔ تیسری بار حج سے آنے کے بعد میں نے حاجی + حاجی + حاجی کو مبارکباد دی تو خود حاجی صاحب
نے فرمایا "کاہے کی مبارکباد۔ جب ہمارا جہاز آیا تو کرد و گیری کے لوگ کہہ رہے تھے کہ چوروں کا جہاز
یا ہے۔ پھر ایک واقعہ بھی اس نوجوان حاجی نے سنایا کہ ایک اندھا چھتری لئے جا رہا تھا۔ کوئی چھتری چھین
ماگنے لگا۔ اندھے نے کہا۔ حاجی صاحب میری چھتری تو واپس کرتے جاؤ۔ وہ شخص اندھے کو
وشن قلب کا مالک سمجھ کر ڈر گیا۔ پلٹ آیا چھتری واپس کر دی معافی چاہی اور پوچھا آپ کو کیسے معلوم
ہیں حاجی ہوں۔ اندھے نے اطمینان سے جواب دیا "بابا! اندھے کی چھتری سوائے حاجی کے اور
ن چرا سکتا ہے۔ کس قدر مقام افسوس ہے۔ ایک حاجی معہ اہلیہ حج سے تشریف لائے ایک عرصہ
عد گھر جانے اور شرف ملاقات کرنے کا اتفاق ہوا۔ گھر کے سامنے پہنچا تو گھر کا نقشہ بدلا ہوا دیکھا۔
گھر کے سامنے وسیع فٹ پاتھ پر حجرے بن گئے تھے۔ حاجی صاحب نے دورانِ چائے نوشی کہا کہ حج
سے واپسی کے بعد گھر کی وسعت کم محسوس ہو رہی تھی میں نے بلدیہ والوں کو دے دلا کر حجرہ جات بنا کر وسعت پیدا
کر لی۔ میں نے کہا "اللہ آپ کے ایمان میں بھی وسعت عطا فرمائے۔ دورانِ چائے نوشی میں نے دیکھا کہ
حاجی صاحب کے لائیٹ کے میٹر پر ایک لمبا سا تار ان کے تقدس حاجی ہونے کے گن گا رہا تھا۔ دورانِ چائے
نوشی حاجی صاحب نے فرمایا اب ہمارا شغل ہی کیا ہے۔ نماز اور قرآن خوانی۔ میں نے پوچھا قرآن دن میں یا رات
میں۔ فرمایا دن میں بھی اور رات میں چار بجے سے نماز فجر تک بھی۔ میں نے پوچھا اسی لائیٹ میں؟ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے کہا
اللہ آپکے ایمان میں اس لائیٹ کی سی روشنی اور نور عطا فرمائے۔ انہوں نے کہا "اللہ آپکی زبان آمین کرے۔ علامہ نے سچ فرمایا ہے

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر ۔ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری
ہے طوافِ حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا ۔ کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغِ بے نیام

قرآن پاک اور اسکو ماننے والوں کی چار اقسام

آن کتاب زندہ قرآن حکیم   حکمت او لا زوال و قدیم   (علامہ اقبال)

ترجمہ: (قرآن حکیم بیشک وہ زندہ کتاب ہے جسکی حکمت لا زوال و قدیم ہے)۔

قرآن پاک کو ہر مسلمان اپنا ایمان سمجھتا اور اس کے احترام کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن کو ماننے اور اسکے احترام کا دعویٰ کرنے والوں کی چار اقسام ہیں۔

(۱) عام مسلمان اور قرآن کے ساتھ ان کا طرز عمل (۲) عامل یا مرشد جو قرآن کو علاج کا ذریعہ بتلاتے ہیں
(۳) حافظ قرآن بصورت مٹھو میاں اور انکے اوصاف (۴) مفسر قرآن اور فتویٰ دینے والے

قرآن عام مسلمان کے لیئے بازیچۂ اطفال اور برائے قسم

عام مسلمان قرآن کا بیحد احترام کرتا اور اسکو قیمتی جزدان میں رکھکر گھر کو آراستہ کرتا اور خاص موقعوں پر اس کا اسطرح استعمال کرتا ہے۔

سید عالم نے جو ملازم سرکار ہیں چوری سے دوسری شادی کی جب پہلی بیوی نے بعد معلومات کے دریافت کیا تو قرآن کی قسم کھا کر انکار کر گئے۔ ایک عرصہ بعد پوچھا گیا کہ جھوٹی قسم کیوں کھائی جواب دیا میں نے قرآن ہاتھ میں لیکر قسم نہیں کھائی ہے بلکہ محراب میں قرآن رکھا تھا اس پر ہاتھ رکھکر قسم کھائی ہے۔

حاجی غیاث صاحب جو صاحب ریش اور پابند نماز ہیں ملازم سرکار نہیں بلکہ صاحب جائیداد ہیں۔ چوری سے ایک اور شادی کی۔ پہلی بیوی نے پتہ چلالیا۔ انکار ممکن نہ ہوسکا۔ فوری دوسری بیوی کو طلاق کہکر ایک کاغذ بصورت طلاق نامہ لکھا اور قرآن مجید میں سورہ یٰسین میں بیوی کے سامنے رکھکر قرآن بیوی کو دیدیا مگر دوسری بیوی سے تعلقات برقرار رکھے۔ دریافت پر کہا کہ دوسری بیوی کا غلط نام لکھکر طلاق دی اور قرآن میں بیوی کو اطمینان دلانے قرآن کی قسم بھی کھالی۔

غیاث کے مقطعہ کی زمین جس پر اب صنعت نگر آباد ہے حکومت نے ایک لاکھ بیس ہزار معاوضہ دیکر لی اسکے اخیافی برادر کو اس زمین اور روپیہ پر قانونی و شرعی حق نہ تھا مگر اس کے اخیافی بھائی نے

جو فلسفہ دینیات اور فلسفہ اسلام کا ایم اے تھا فوراً ایک مصنوعی وصیت نامہ غیاث کے باپ کی جانب سے بنایا جسکو مرکر چودہ سال کا عرصہ ہوچکا تھا ایک فرضی ابہام لگایا اور غیاث کو دیکر سر پر قرآن لیکر قسم کھائی کہ یہہ وصیت نامہ صحیح ہے جسمیں مجھے تمہارے باپ نے نصف رقم دینے لکھا ہے۔ ایمان گیا، رقم بھی نہ ملی اور غیاث نے بے قابو ہوکر ایم اے دینیات و فلسفہ اسلام بھائی کی مرمت فرمادی۔

سخت باریک ہیں امراضِ اُمم کے اسباب ؛ کھول کر کہیئے تو کرتا ہے بیاں کوتاہی

عامل یا مرشد جو قرآن کو علاج کا ذریعہ بتلاتے ہیں

کیا قرآن میں شراب کی دوکان کو چمکانے کیلئے آیات موجود ہیں؟

میرے گھر میں بیماریوں اور پریشانیوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ ہر چیز اپنے وقت پر مشیت ایزدی کے طور پر ہوتی رہتی ہے۔ ایک دن ہماری بہن تشریف لائیں۔ کہا آپ کا گھر آسیب زدہ ہے میں نے ایک بہت پایہ کے بزرگ و مرشد سے دریافت کیا ہے۔ میں نے پوچھا تم نے میرے مکان کا نمبر دیا۔ کہا نہیں محلہ کا نام کوٹلہ عالیجاہ کہا، میں نے کہا اسکو بی بی بازار کہتے ہیں۔ مرشد کے مقامات اعلیٰ کی بہت تعریف کی گئی۔ خیر۔ میں نے پتہ حاصل کیا کہ شرف ملاقات حاصل کروں۔ بہر حال شرف ملاقات حاصل کیا۔ دیکھا نہایت ہی مقدس چہرہ سر پہ تاج۔ چہرۂ مبارک پر ریش مبارک۔ میں نے نمبر مکان اور محلہ کا نام دیا۔ آنکھیں بند کیں فرمایا۔ آپ کا مکان بہت پاک و صاف ہے صرف ستاروں کی گردش ہے اسکے لئے ہم سامان کی فہرست لکھ دیتے ہیں وہ سامان مندرجہ نذرانہ لے آئیں۔ ہم سب ٹھیک کر دینگے۔ آپ کے اور بال بچوں کے ستارے طاقتور ہوجائیں گے مجھے علامہ اقبال کا یہہ شعر ذہن میں آنے لگا۔

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا ؛ وہ خود فراخیِ افلاک میں ہے خوار و زبوں

میں نے مودبانہ انداز میں دریافت کیا۔ عالیجناب کے ہاں آیا علوی علاج ہوتا ہے یا سفلی بھی کیا جاتا ہے۔ نہایت ہی پُر رعب گرجدار آواز سے فرمایا " ہم صرف قرآنی آیات سے علاج کرتے ہیں ہمارے ہاں سفلی علاجات کے لئے کوئی جگہ ہے نہ مقام۔ ہم کیوں آپ کا اور ہمارا ایمان خراب کرینگے میں پیر و مرشد کی دی ہوئی فہرست ہاتھ میں لیا بیٹھا تھا کہ دو ہندو صاحبین تشریف لائے۔ عرض کیا کہ

قبلہ ہماری دوکان کے کاروبار بالکل بیٹھ جا رہے ہیں۔ سامنے ایک دوکان کھلی ہے جس سے ہمارا کاروبار متاثر ہو رہا ہے۔" دریافت فرمایا "کیا کاروبار کرتے ہو" انہوں نے عرض کیا "ہماری شراب کی دوکان ہے" حضرت کچھ دیر مراقبے میں گئے پھر فرمایا "بابا! سامنے والے دوکان دار نے گڑبڑ کر دی ہے۔ ایک طویل فہرست ان کے ہاتھ میں بھی پکڑا دی، نذرانہ کثیر بھی بتلا دیا اور فرمایا "ہم علاج کر دینگے انشاء اللہ تمہارے کاروبار خوب چمک اٹھیں گے اور تمہارے سامنے کی دوکان بیٹھ جائے گی۔ ان میں سے ایک شخص سامان مطلوبہ لانے چلا گیا۔ میں حیران ہو کر ان نورانی چہرے والے مرشد اور عامل کو دیکھنے لگا میرے دماغ میں ہیجان تھا اور کانوں میں آوازیں آ رہی تھیں کہ آیا (نعوذ باللہ) قرآن مجید میں شراب کی دوکان کو چمکانے کے لئے بھی آیات موجود ہیں۔ کیا شراب کے حرام ہونے کی آیات قرآن سے خارج ہو گئی ہے۔ میں خاموشی سے اٹھا میری زبان پر حضرت اقبالؒ کے اشعار تھے۔

خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں　؛　کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

یہ دیر کہن کیا ہے؟ انبار خس و خاشاک　؛　مشکل ہے گذر اسمیں بے نالۂ آتش ناک!

ردائے دین و ملت پارہ پارہ　؛　قبائے ملک و ملت چاک در چاک

میرا ایمان تو ہے باقی ولیکن　؛　نہ کھا جائے کہیں شعلے کو خاشاک

(۳) حافظِ قرآن بصورت مِٹھو میاں اور انکے اوصاف

قرآن جو دنیوی اور دینی راہ دکھانے آیا ہے اسکو حافظ قرآن مٹھو میاں علیحدہ بدنام کرنے پر لگے ہیں ان کی بھی چار قسمیں ہیں۔

(۱) حفاظ کی ایک قسم وہ ہے جو طوطے کی طرح قرآن پڑھ سکتے ہیں یا ٹیپ ریکارڈ کی طرح بلا سمجھے قرآن کی آواز حلق سے نکلتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ ہی اترا اور نہ ہی ان کے سینے کو منور کیا ہے۔ یہ مٹھو میاں حافظ نے قرآن کو صرف روپیہ کمانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ خاص طور پر رمضان ان کی کمائی کا مہینہ ہوتا ہے۔ ماہ شعبان ہی میں ہر حافظ قرآن کا ہراج کرتا ہے جو مسجد کی کمیٹی اس کے قرآن کے حفظ کی زیادہ بولی لگاتی ہے وہ قرآن اس مسجد کی کمیٹی کو فروخت کر دیتا ہے۔ وہ تراویح میں کمپیوٹر کی طرح قرآن سنا ۲۷ رمضان کا انتظار کرتا اور اپنے نئے ملبوسات اور رقم فروختگی قرآن لیا گھر لوٹ کر عید کی تیاری میں مصروف ہو جاتا ہے۔

حفاظ کی دوسری قسم

حفاظ کی دوسری قسم وہ ہوتی ہے جو مسلمان کے مرنے کے بعد اسکے ورثا سے رقم لیکر قرآن بغرض ایصال ثواب پڑھتی ہے۔ پڑھنے والے کو ثواب ملے یا نہ ملے مگر حافظ جی کو فائدہ ضرور پہنچتا ہے، جیب گرم ہوتا اور جیب کی گرمی حافظ جی کو توانائی بخشتی ہے۔

حفاظ کی تیسری قسم

تیسری قسم حفاظ کی وہ ہوتی ہے جو ذی اقتدار کفار کے مرنے پر قرآن خوانی میں مصروف ہوکر ٹی وی میں تک بحیثیت قرآن خواہ نمودار ہوتے ہیں۔ ان مبارک و مقدس قرآن خوانوں اور حفاظ نے قرآن پڑھ پڑھ کر گاندھی جی، نہرو جی اور اندرا جی وغیرہ کو جنت میں پہونچا دیا ہے جہاں تک ان کے اپنے جنت میں جانے کا سوال ہے وہ علم اللہ پاک ہی کو ہے۔ علامہ اقبال ایسے حفاظ قرآن کو ایمان کی نعمت سے محروم سمجھتے اور فرماتے ہیں۔

از غلامے لذت ایمان مجو ؎ گرچہ باشد حافظ قرآں مجو

ترجمہ: ایسے غلاموں سے جو جسمانی نفسانی غلام ہیں ان سے ایمان کی لذت نہ پوچھ چاہے وہ حافظ قرآن ہی کیوں نہ ہو۔

حفاظ کی خانگی مقدس زندگانیاں

بارش چٹان اور پتھر پر بھی ہوتی ہے اور زرخیز زمین پر بھی۔ پتھر پر سے پانی بہہ جاتا ہے اور زرخیز زمین پانی پی کر سرسبز کھیتوں اور دل نوش کن چمن بن جاتی ہے۔ وہ حفاظ جو پتھر کی چٹان بن کر قرآن پڑھتے ہیں ہر کام احکام قرآنی کے خلاف کرتے ہیں۔

ایک حافظ ہیں اللہ ان کی روحانی دستگیری فرمائے ایک دینی مدرسہ بھی چلاتے ہیں اور خرقہ سالوس پہنے مواعظ بھی۔ جب گھر تشریف لاتے ہیں تو اپنی انگریزی طرز کی بال کٹی رفیق حیات اور بلوز پہنی محبوب شریک زندگی کو دیکھکر باغ باغ ہوجاتے ہیں۔

ایک اور حافظ قرآن ہیں اللہ ان کی آخرت محمود فرمائے (۷۷) سال کے ہوچکے ہیں اللہ میاں میاں بیوی کو سلامت رکھے لاولد ہیں اعداد و شمار کے مددگار رہے۔ جائیداد اس قدر محلوں میں ہے کہ جاکر کرایہ وصول کرنا بھی ممکن نہیں۔ کسی دعوت میں جاتے نہیں۔ جاتے ہیں تو بیوی کو گھر کی حفاظت کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ گھر تانبے کے برتنوں سے بھرا ہے۔ سونے کے زیور زمین میں دفن ہیں ان کے روپیہ کا اندازہ ان کو ہے یا اللہ پاک کو۔ بڑی بڑی رقومات بنک میں ساڑھے سات سال کے لئے رکھاتے ہیں کہ وہ دوگنی ہوجائیں اور بعد ختم مدت پھر اس قسم کو دوبارہ ساڑھے سات سال کے لئے رکھا دیتے

ہیں۔ گذشتہ سال بعلکہ محافظ محترم (۱۷) سال کے ہوگئے تھے چند رقومات جنکی مدت ختم ہو رہی تھی؟ ساڑھے سات سال کے لئے رکھوادیا۔ میں نے کہا کس کے لئے رکھاتے ہو کسی غریب لڑکی کی شادی کر د مسجد لااُن کے لئے کوئی مکان وقف کردو کہ ثواب جاریہ مل جائے۔ فرمانے لگے آپ کے پیٹ میں درد کیوں ہو رہا ہے۔ آپ لوگ تو اللہ کو آخرت کو جنت کو روپیہ کے بل پر خریدنا چاہتے ہیں اور ہم اللہ کی غفاری کی بنا پر جنت میں جانے کے قائل ہیں۔ بقول حضرت اقبالؒ۔

سخت باریک ہیں امراضِ اُمم کے اسباب ؎ کھول کر کہئے تو کرتا ہے بیاں کوتاہی

چوتھی قسم قرآن والوں کی۔ مفسر قرآن اور فتوے دینے والوں کی

ایک قابلِ احترام طبقہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے اور اسکی تفسیر کرنے اور فتوے صادر کرنے اور دوسرے عالموں کے خلاف اپنے فتوئی صادر کرنے والوں کی ہے۔ ان کے بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

عالماں از علم قرآں بے نیاز ؎ صوفیاں درندہ گرگ و مو دراز

ترجمہ: علماء قرآن کے علم سے بے نیاز ہیں اور صوفی لمبے بالوں والے بھیڑیئے بنے ہوئے ہیں

یہ بند صوفی و ملا اسیری ؎ حیات از حکمت قرآں نہ گیری

ترجمہ: صوفی ملا اپنے (ناواجبی) خیالات کی قید میں پھنسا ہوا ہے اسلئے قرآن کی حکمت سے اپنی زندگی کو درست نہیں کر پاتا۔

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر ؎ تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پازند
قرآں کو بازیچہ تاویل بنا کر ؎ چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا ؎ اسلام ہے محبوس، مسلماں ہے آزاد

حقیقی قرآن دان

علامہ اقبالؒ قرآن خوانی و قرآن دانی کا راز سمجھاتے ہوئے یوں دعا فرماتے ہیں۔

قرآں میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار
جو حرف "قل العفو" میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شائد وہ حقیقت ہو نمودار
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں

حافظ قرآن اور میدان تجارت صدق مقال واکل حلال

تجارت بلاشبہ ایک مقدس پیشہ ہے جسے انبیاؑ نے اور سرتاج انبیاءؐ نے صحابہ اکرامؓ نے انجام دیا ہے۔ عام مسلمانوں کا تو ذکر بعد میں ہوگا ایک محافظ قرآن نوجوان جو صاحب داڑھی بھی ہیں ان کی ایک دوکان کتب کی ہے۔ بلا سبب عظیم جھوٹ بولتے اور دھوکہ عظیم پر کاروبار انجام دیتے ہیں۔ پوچھا گیا "میاں اس قدر عظیم جھوٹ اور دھوکہ سے تم حافظ قرآن ہوکر کیوں کام لیتے ہو۔ جواب دیا۔ "چاچا! بیوپار میں جھوٹ بولنا ہی پڑتا ہے اور دھوکہ دینا بھی۔ سبحان اللہ! یہہ محافظ قرآن کی زبان ہے۔ ایک وسیع ملگی اسی حافظ قرآن کی کرایہ کی ہے جس کا ماہانہ کرایہ (۸۰) روپے ہے۔ اس دوکان کی سیدھی جانب کے ذراسا حصہ کو پانچ ہزار روپے اڈوانس اور ماہانہ ایک سو پچاس روپے کرایہ اور لائیٹ کی بل علحدہ کرکے کرایہ پر دیا ہے اور اسی ملگی کے ذرا سے بائیں حصہ کو ماہانہ ایک سو پچاس روپے کرایہ علاوہ لائٹ کے اخراجات کے دینے کا وعدہ کرکے اڈوانس پانچ ہزار بات کرکے ایک کثیر رقم ان سے بھی ہضم کرلی ہے۔ جب یہہ کہا جاتا ہے حافظ جی کو یہہ معاملات ازروئے قانون حکومت اور ازروئے شرع غلط اور گناہ ہیں جبکہ مالک ملگی آپ سے تخلیہ چاہتا ہے کسی کی جائیداد کا آپ کرایہ اسّی روپے دے رہے ہیں اور استفادہ اس قدر کر رہے ہیں فرماتے ہیں یہہ بیوپار میں سب جائیز ہے۔ پھر باپ جو سود کھاتے تھے اس کے مقدمات عدالت میں زیر دوراں ہیں اور حافظ جی ان کی پیروی اور سود درسود لینے کے مقدمات کی پیروی میں علحدہ مصروف اور گناہ ہائے عظیم میں مبتلا ہیں گویا حافظ جی کو صدق مقال نصیب ہے نہ اکل حلال۔ اللہ پاک قرآن میں فرماتے ہیں۔

> "بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ مومن نہیں ہیں وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں مگر دراصل وہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکہ میں ڈال رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں۔ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھا دیا اور جو جھوٹ وہ بولتے ہیں اسکی پاداشں میں ان کے لئے دردناک سزا ہے۔ (البقرہ ۲)

ایسے لوگ حافظ قرآن بن رہے ہیں جو کردار کی حفاظت سے واقف نہیں نہ مذہب کی عظمت اور صدق مقال اور صدق حلال کی حقیقت سے صرف روپیہ ہی اسکا نصب العین ہے حلال کی کمائی سے جسم کی پرورش ہوئی ہی نہیں ہے سچ بولنے کے وہ عادی ہی نہیں ہیں۔ طبیعت میں شر ہے۔ ایسے لوگ قرآن کو

ٹیپ ریکارڈ کی طرح یاد کر کے اور سنکے موجب رسوائی مذہب ۔ قرآن ہیں علامہ فرماتے ہیں ۔

تری خاک میں ہے اگر شرر، تو خیال فقر و غنا نہ کر ٭ کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

علماء مرشدین اور اکل حلال

یکشنبہ کا دن تھا ۔ ایک ذی مرتبت بزرگ کے دربار عالی میں بصد عقیدت حاضر تھا ۔ مقصد حصول فیض روحانی ۔ میرے ہی ایک عزیز سرکل انسپکٹر آبکاری مع اہلیہ حاضر ہوئے ۔ قدمبوس ہوئے ۔ مرید ہونے کی خواہش کی ۔ مرید بنا لئے گئے ۔ نذرانہ محکمہ آبکاری کی رقم سے پیش ہوا جو قبول اور داخل جیب ہوا ۔ پھر ایک صاحب جمعدار پولیس لیسین صاحب جن کی رشوت کی دھوم تھی جو پہلے ہی سے مرید تھے حاضر خدمت ہوئے بعد قدمبوسی نذرانہ پیش کر کے طالب دعا ہوئے ۔ دعا سے سرفرازی ہوئی وہ نذرانہ بھی داخل جیب ہوا ۔ اتفاق تھا کہ میں نے دیکھا تمام ایسے محکمہ جات کے لوگ آتے اور نذرانے پیش کرتے اور بعض گھر پر دن مقرر کرتے دعوتیں دیتے جو قبول ہوتیں ۔ خاص بات یہ تھی کہ جو بھی مرید ہوتا نماز کی پابندی کی تلقین ہوتی ـــــ کسی کو اکل حلال کی ترغیب دیتے میں نے سنا ہی نہیں ۔ میں پیر و مرشد کے کشف و کرامات کا قائل ہو گیا کہ کس قدر قرت روحانی کے حامل ہیں کہ ہر محکمہ کی رشوت اور ناجائز آمدنی سے ملنے والے نذرانوں کو حلال اور جائز فرمانے کے فن سے واقف ہیں ۔ یہ جیب کا کارخانہ اور پیٹ کا کارخانہ بڑا کشف و کرامات کا حامل ہے کہ جو ناجائز رقم جیب میں جاتی ہے اور جو ناجائز غذا پیٹ میں داخل ہوتی ہے ۔ پاک ہی پاک نوعیت اختیار کر جاتی ہے ۔ جیب کی بھی وسعت اور پیٹ کی بھی گنجائش لائق ستائش ـــــ مجھے صدیق اکبر رضؓ کا ایک واقعہ یاد آیا کہ آپ ایک دعوت میں تشریف لے گئے، واپس ہو رہے تھے کہ راستہ میں کسی نے بتلایا کہ آپ کے میزبان کے ہاں سود کا روپیہ آتا ہے ۔ فوراً تیزی سے مکان آئے اور حلق میں انگلیاں ڈال کر قئے کرنی شروع کی ۔ پانی پیتے جاتے انگلیاں حلق میں ڈالتے جاتے قئے کرتے جاتے ۔ یہاں تک کہ حالت غیر ہو گئی ۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے بہ رقت بارگاہ ایزدی میں معروضہ کرنے لگے ۔ "اے اللہ ! اب بھی پیٹ میں کچھ رہ گیا ہو اس ناجائز غذا کا کچھ حصہ تو، تو مجھے معاف فرما دے ۔

سچ فرمایا علامہ اقبال نے

وہی نگاہ کے ناخوب و خوب سے محرم
وہی ہے دل کہ حلال و حرام سے آگاہ

ایک مولوی صاحب کی سناتا ہوں کہانی
تیزی نہیں منظور طبیعت کی دکھانی
(علامہ اقبالؒ)

ہماری ابتدائی کتاب "مسلمانوں کے زوال کے اسباب علامہ اقبالؒ کی نظر میں" ایک مولوی عالم مرشد اور ایک دینی ادارہ کے انتظامیہ کے صدر کے ملاحظہ عالی سے گزری۔ ملاقات ہونے پر ہماری بیحد تعریف فرمائی کہ آپ نے بیحد محنت کی علامہ اقبالؒ کے اشعار کو بڑی خوبی سے یکجا کر کے قوم کے امراض کو بتلایا اور اظہار بیان بھی بہت دلکش لائق تحسین اور آپ کے درد مندانہ جذبہ کا ثبوت دیتا ہے۔

القصہ بہت طول دیا وعظ کو اپنے ؎ تا دیر رہی آپ کی یہ نغز بیانی (اقبالؒ)

مجھے بعد میں پتہ چلا کہ مولوی صاحب کے ایک خاص مرید نے ہماری کتاب تذکرہ الصدر کا عنوان "متاع کردار کا فقدان اور نام نہاد علمائے دین کی غلط رہنمائیاں" دکھا کر سمجھایا کہ قبلہ عالم اسمیں تو آپ پر حملہ کیا گیا ہے۔ اقبالؒ کے اشعار لکھے گئے ہیں۔

نذرانہ نہیں سود ہے پیرانِ حرم کا ؎ ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد ؎ زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

اور پھر مصنف نے اپنی رائے کا بھی اسطرح آخر میں اظہار کیا ہے کہ " عمومی ذمہ داری امت پر ہے کہ اپنے شعور کو از خود بیدار کر کے وفائے محمدؐ کا عملی ثبوت دے اور خصوصی ذمہ داری نام نہاد علمائے دین پر ہے کہ اپنے مفادات دنیوی کو نظر انداز کر کے امت کی صحیح رہبری کریں اور نذرانوں کو بقول حکیم الامت بمنزل سود سمجھیں"۔

مختصر یہ کہ اس مرید خاص نے مولوی صاحب کا پارہ موسم سرما میں موسم گرما کے نقطۂ حرارت سے بھی بڑھا دیا۔

اس شہر میں جو بات ہو اڑ جاتی ہے سب میں ؎ میں نے بھی سنی اپنے احبّا کی زبانی (اقبالؒ)

ایک ہفتہ بعد پھر سے مولوی صاحب قبلہ سے ملاقات ہوئی۔ ہمیں دیکھتے ہی چہرۂ مبارک تمتما گیا۔ ہم نے پوچھا ——— "قبلہ عالم خیریت تو ہے" برس پڑے۔ فرمایا۔ آپ نے اپنی کتاب میں نذرانہ کو سود بتلایا ہے۔ نذرانہ سود نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا " قبلہ محترم! یہ علامہ اقبالؒ نے بتلایا ہے"۔ جواب ملا " اقبال نے بتلایا ہوگا۔ آپ نے کیوں لکھا۔ پھر اپنی رائے

بھی لکھتے ہیں کہ علماء نذرانہ کو بمنزلِ سود سمجھیں۔ میں نے عرض کیا "محترم ! آپ نے تو گذشتہ ہفتہ اس کتاب کی اور خاکسار کی بڑی تعریف فرمائی تھی"۔ ارشاد ہوا ہم نے اس مسئلہ پر غور نہیں کیا تھا۔ نذرانہ تو میں بھی لیتا ہوں۔ دینے پر قبول کر لیتا ہوں۔ مانگتا نہیں۔ نذرانہ تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی لیا کرتے تھے۔ میں نے بصد ادب عرض کیا ۔ گستاخی معاف

خم ہے سرِ تسلیم میرا آپ کے آگے

گر آپ کو معلوم نہیں اپنی حقیقت ؛ پیدا نہیں کچھ اس سے قصورِ ہمہ دانی (اقبالؒ)

قبلہ ! آپ کے نذرانے لینے کا جہاں تک تعلق ہے۔ میں علامہ اقبالؒ کی ہی زبان میں عرض کروں گا کہ

ع کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب

مگر جہاں تک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کے تعلق سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ذاتِ رسالت مآبؐ بھی نذرانے لیتی تھی۔ از روئے تاریخ صحیح نہیں۔ رہنما کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نذرانے نہیں لئے البتہ تحفے قبول فرمائے ہیں۔ لوگ آپ کے پاس صدقے بھی لاتے تھے اور تحفے بھی۔ صدقہ کی چیزوں کو اسی وقت حاضرین میں آپ بانٹ دیا کرتے تھے اور تحفے کو استعمال فرماتے تھے۔ چنانچہ سلمان فارسیؓ جو اسلام لانے سے قبل عیسائی تھے ان کے پادری نے اپنی کتاب کی رو سے سلمان فارسی کو جن کا اسلام قبول کرنے سے قبل کا نام مابہ تھا کہا تھا کہ مابہ ! نبی آخر الزماںؐ جن کے آنے کی بشارتیں کتابوں میں تھیں وہ آ چکے ہیں انہیں تلاش کر وہ ذاتؐ ایک ایسے شہر میں ہجرت کرینگی جہاں کھجور کے درخت کثرت سے ہونگے۔ وہ ذاتؐ صدقے سے اجتناب و پرہیز کرے گی البتہ تحفہ قبول کرے گی پشت مبارک پر مہرِ نبوت ہوگی۔ مابہ کی خوش نصیبی کہ وہ مدینہ آئے اور ایک نبیؐ کے ہجرت کر کے مکہ سے آنے کی خبر سنی آزمانے کا خیال آیا۔ وہ ایک یہودی کے باغ میں بحیثیت غلام کام کرتے تھے ایک دن کچھ کھجور لئے ذاتِ رسالت مآبؐ کے دربار میں حاضر ہوئے اور کہا یہ صدقہ ہے۔ آپؐ نے حاضرین میں کھجور تقسیم فرما دے۔ دوسرے روز کھانا لے آئے اور کہا یہ تحفہ ہے۔ آپ نے حاضرین کے ساتھ تناول فرمایا۔ اب مابہ نے مہرِ نبوت کی بھی تصدیق کی اور بہ آواز بلند کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو کر سلمان فارسی نام پایا۔ ایک تحفہ کے عوض نہ صرف ایمان کی دولت پائی بلکہ ان کو غلامی سے آزاد کرانے ذاتِ رسالت مآبؐ نے تکلیفیں اٹھائیں اور یہودی کے مطالبات کی تکمیل کر کے آزاد کروا دیا

ایک اور واقعہ عرض کرنے کی اجازت ہو تو عرض کروں کہ ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اونٹ تحفہ دیا۔ آپؐ نے قبول فرما لیا۔ ایک سال بعد آپؐ نے اس شخص کے پاس دو اونٹ بطور تحفہ

ایک شخص کے ہاتھ سے روانہ فرمائے۔ وہ شخص یہہ دیکھکر متاثر اور رنجیدہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا تحفہ اس انداز سے مجھے واپس فرمادیا۔ جب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے رنجیدہ ہونے کا حال معلوم ہوا تو اسے اور تمام مسلمانوں کو مسجد نبوی میں جمع فرمایا اور خطبہ دیا کہ جب تم لوگ مجھے تحائف دیتے ہو تو میں اسے قبول کرتا ہوں، اور میں جب تم لوگوں کو تحائف روانہ کرتا ہوں تو رنجیدہ ہوتے ہو۔ یہہ ٹھیک نہیں ہے۔ آپس میں تحفہ تحائف دیا کرو اس سے محبت میں اضافہ ہوگا ـــــ

آجکل مرشدین نے تحائف کو نذرانہ کہکر ناقابل واپسی بنادیا ہے۔ قرضہ ہو یا تحفہ قابلِ واپسی ہوتا ہے اور سود کسی حال قابل واپسی نہیں ہوتا غالباً اسلئے علامہ اقبال نے ایسے نذرانوں کو سود فرمایا ہوگا یہہ بات تو ان ہی سے جاکر دریافت کرنی پڑے گی۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ دریافت میں جلدی و تیزی مناسب نہیں۔

مولوی صاحب کا منہ برابر دوسری جانب تھا ان کے مریدین اور طلباء مجھے عاجزی سے خاموشی کا اشارہ مگر بہ ادب انداز سے کر رہے تھے۔ میں علامہ اقبالؒ کے یہہ اشعار واپسی پر پڑھ رہا تھا۔

اب حجرہ صوفی میں وہ فقر نہیں باقی ☆ خونِ دلِ شیراں ہو جس فقر کی دستاویز
پیرانِ کلیسا ہوں کہ شیخانِ حرم ہوں ☆ نے جدت گفتار ہے نے جدت کردار
گر صاحب ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب ☆ دیں بندۂ مومن کیلئے موت ہے خواب

لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

(پارہ ۶ سورہ المائدۃ) ـ ۶۳

ترجمہ : مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے کیوں منع نہیں کرتے واقعی یہ عادت بری ہے۔ (پارہ ۶ سورہ "المائدہ" ـ ۶۳)

حضرت معقل بن یسار رضؓ سے روایت ہے فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو وہ ان کے ساتھ خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔ (بخاری شریف)

عام مسلمان ۔ جھوٹ، فریب، دھوکہ، قرضداری اور معاملت

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کا قول ہے کہ مسلمان عبادات سے نہیں بلکہ معاملات سے پہچانا جاتا ہے۔ آئیے مسلمان کے معاملات کا جائزہ لیں۔ مسلمان اگر کوئی وعدہ کرے تو یقین کر لیجئے کہ وہ پورا ہونے کے لئے نہیں ہے کوئی معاملہ کرے تو جان لیجئے کہ دھوکہ اور فریب پر اس معاملہ کا اختتام ہوگا۔ قرض اگر لے تو ادا کرنے تک بس اللہ ہی مالک ہے۔ کوئی امانت مسلمان کے پاس رکھائیے اور وہ اسکو مطالبہ پر واپس کر دے تو سمجھ لیجئے کہ وہ اپنے وقت کا ولی ہے۔ کسی کا مکان یا دکان کرایہ پر لے تو پھر وہ کبھی اسکو خالی نہ کرے گا نہ صرف تاحیات قابض رہے گا بلکہ بعد وفات اپنی اولاد کو متروکہ سمجھکر قبضہ میں دے جائیگا۔ اللہ اور رسولؐ کے احکام سے زیادہ وہ حکومت کے احکام کو اپنے لئے منفعت بخش سمجھکر لائق تعمیل سمجھے گا اور برائے نام کرایہ رینٹ کنٹرولر کی عدالت میں داخل کرکے مالک ملگی و مالکِ مکان کو اسکی اپنی جائیداد کے استفادہ سے محروم رکھے گا۔ کرایہ دار ہوتے ہوئے ہزارہا روپیے بنام "اڈہ" وہ مالک مکان یا کسی اور سے لیکر ملگی کا قبضہ دیگا۔ شادی کرے گا تو جہیز کثیر اور ہزارہا روپے رقم جوڑا لیکر اور اس رقم کا ایک چوتھائی سے بھی کم مہر قبول کرے گا۔ میت ڈولے میں ہوگی اور گھر سے لیجانے کے لئے ڈولے کو اٹھانے کا وقت آئے گا۔ بیوہ سے اسکے متعلقین مطالبہ کرینگے کہ مہر معاف کر دو اور میت کو جانے دو۔ بیوہ ان حالات میں روتے ہوئے اسکے سوا اور کیا کہے گی کہ معاف کیا ــ مرنے والے میں عمر بھر بیوی کا مہر (قرضہ) دینے کا حوصلہ نہ تھا اور رشتہ داروں میں اس کا قرضہ ادا کرنے کے لئے ایثار کا مظاہرہ نہیں۔ گویا ڈولے میں میت اس شخص کی نہیں بلکہ اس کی اور اس کے رشتہ داروں کی خودی کی اٹھائی جارہی ہے جو بقید حیات ہیں مگر خودی جن کی مرچکی اور جو مرچکا اسکا خودی کا جنازہ تو اسکی زندگی ہی میں اٹھ چکا تھا۔ اسلئے حضرت اقبال فرماتے ہیں۔

حیات و موت نہیں التفات کے لائق ؛ فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

خریدیں نہ ہم جسکو اپنے لہو سے ؛ مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی
مرا از شکستن چناں عار ناید ؛ کہ از دیگراں خواستن مومیائی

آج کا مسلمان اور صدق مقال ۔ فرامین آقائے نامدار صلعم

مسلمان سے وعدہ کی پابندی و ایفا کا جہاں تک سوال ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ صرف انگریزوں کیلئے ہے ایک صاحب نے صبح آٹھ بجے آنے کا وعدہ کیا اور تشریف لائے گیارہ(۱۱) بجے ۔ تاخیر کی وجہ پوچھی گئی تو جواب دیا کہ " کیا میاں ہمیں انگریز کی اولاد سمجھا ہے" ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی نبی ظاہر نہ ہوئے تھے ۔ تجارت کے کاروبار فرماتے تھے ۔ ایک صاحب راستہ میں ملے کچھ بات ہوئی کچھ باقی رہی ۔ اس شخص نے کہا میرے ہاتھ میں سودا ہے گھر پہنچا کر آتا ہوں میرے آنے تک یہیں کھڑے رہئیے ۔ آپؐ کی زبان سے نکل گیا " اچھا یہیں تمہارے آنے تک کھڑا رہوں گا ۔ وہ شخص گھر جانے کے بعد بھول گیا ۔ تین دن اور تین رات گزر گئے ، تب اسے اپنے وعدہ کا خیال آیا بھاگا بھاگا آیا ، دیکھا کہ آپ اسی حالت میں کھڑے ہیں بیٹھے تک نہیں اسلئے کہ آپؐ نے اس کے آنے تک اسی طرح کھڑے رہنے کا وعدہ فرمایا تھا ۔ اس شخص کو دیکھکر آپؐ نے فرمایا " تم نے مجھے بہت تکلیف دی " ۔ آج کا مسلمان یہہ کہتا اور سمجھتا ہے کہ وعدہ کی پابندی انگریز اور اس کی اولاد کرتی ہے کسی نے سچ کہا ہے ۔

قوت فکر و نظر پہلے فنا ہوتی ہے ؛ جب کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

صدق مقال اور فرامین آقائے نامدار صلعم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا ہو اور اسمیں ارشاد نہ فرمایا ہو کہ جس میں امانت کی خصلت نہیں اسمیں ایمان نہیں اور جسمیں عہد کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں (شعب الایمان بیہقی)

ایک دن صحابہؓ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا " کیا مسلمان بزدل ہوسکتا ہے " فرمایا " ہاں " پھر پوچھا " کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے ۔ فرمایا " ہاں " پھر پوچھا " کیا مسلمان کذاب (جھوٹا) ہوسکتا ہے ۔ ارشاد ہوا " نہیں مسلمان کذاب نہیں ہوسکتا ۔

(زادہ مالک بیہقی ۔ فی شعب الایمان)

آجکل جھوٹ کو شیوہ زندگی بنالینے کے بعد بھی آج مسلمان کی طرح نام رکھکر وہ اپنے آپکو

مسلمان سمجھتا ہے اور کہتا ہے جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مسلمان نہیں۔ مسلمان کہلانے والوں میں وعدہ اور عہد کی پابندی کرنے والوں کا تناسب فیصد چھوڑ کر ہزاروں اور لاکھوں کے تناسب کو اپنا نا ہوگا تو ہزاروں میں ایک اپنے وعدہ اور عہد کا پابند ہوگا۔ عام مسلمانوں کا تو کیا علماء کو دیکھ لیجئے کہ وہ اس معاملہ میں کس قدر کسوٹی پر اترتے ہیں۔ صدق مقال کے بغیر کونسی عبادت لائق قبول ہو سکتی ہے۔ بقول حضرت اقبال

پیران کلیسا ہوں کہ شیخان حرم ہوں ٭ نے جدت گفتار ہے نے جدت کردار

اکل حلال اور مسلمان

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔
وہ تمہارا دشمن ہے وہ تم کو برائی اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے (پارہ ۲ البقرہ ۱۶۹)

علامہ اقبال صدق مقال اور اکل حلال کے بارے میں کہتے ہیں۔

سر دین صدق مقال اکل حلال ٭ خلوت و جلوت تماشائے جلال

ترجمہ: دین کا راز سچ بولنے اور حلال کی روزی کھانے میں ہے یہ دونوں چیزیں حاصل ہو جائیں تو دیکھ کر کیا جلالی قوت تجھ میں پیدا ہو جائے گی۔

صدق مقال اور اکل حلال جو ایمان کی لذت اور عبادات کیلئے قبولیت کی چابی ہے اسکے بغیر ایمان بے کیف ہو کر رہ جاتا ہے۔ صدق مقال کے تعلق سے تو کہا گیا کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے اب اکل حلال کا حال ملاحظہ ہو۔

مسلمان ملازمت میں اور اکل حلال

مسلمانوں کا جہاں تک سرکاری ملازمتوں کا تعلق ہے۔ رشوت تو ان کے لئے ماں کے دودھ کی طرح جائز ہو گئی ہے۔ محکمہ آبکاری یعنی سیدھی شراب افیون اور نشہ آور اشیاء سے تعلق رکھنے والے محکمہ کی ملازمت اور اس کی تنخواہ تک اکل حلال میں نہیں آتی مگر ایک مسلمان اپنی بیٹی دیتے وقت آبکاری کے ملازم کو اسلئے ترجیح دیتا ہے کہ اس محکمہ میں تنخواہ سے زائد اوپر کی آمدنی یعنی رشوت ملتی ہے لہٰذا اسکی بیٹی خوشحال رہے گی۔ ایک جید عالم و مرشد کے صاحبزادے نے اپنی صاحبزادی کی شادی سرکل انسپکٹر آبکاری سے کر کے شادی کی اطلاع اخبار میں بھی شائع کر دی۔ شائد اس آبکاری کی آمدنی سے بیٹی اور داماد کا جو جسم پرورش پائے گا وہ صالح اور متقی اولاد کو جنم دے سکے گا یہی حال

محکمہ پولیس کے مسلمان ملازمین کا ہے۔ محکمہ برقی کے وہ مسلمان خوش نصیب میٹر ریڈر ہیں جو میٹر پر تار لگا رہتا ہے۔ میٹر دیکھتے اور جیب میں معمول (رشوت) لیکر بل دے جاتے ہیں۔ محکمہ عدالت اور محکمہ مال میں جو ملازمین ہیں ان کی تو پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔ ہمارے علماء تو صرف بنک انٹرسٹ جائز اور ناجائز کے فتوے کے سلسلہ میں مصروف پیکار ہیں۔ ایک کہتا ہے جائز۔ دوسرا کہتا ہے ناجائز ہمارے علماء کی نظر میں قوم کیا اکل حلال کھا بھی رہی ہے؟ اس پر کیوں نہیں جاتا۔ بنک کے مسلمان ملازمین محکمہ عدالت کے مسلمان ملازمین جو سود کے امثلہ کی حفاظت کرتے ہیں اور مسلمان جج جو سود کے فیصلے لکھ کر تنخواہ لیتے ہیں اور مسلمان وکیل جو سود کے مقدمہ جات لیتے اور اپنے فریقین کو سود دلاتے ہیں اور مسلمان فوجداری کے خصوصاً ایڈوکیٹ جہاں مقدمات لڑنے کا دارومدار ہی جھوٹ پر ہے ان تمام کے بارے میں ایک ساتھ قوم کو اکل حلال کھانے اور حرام سے بچانے فتوے صادر کرنے کی ضرورت ہے۔ بقول علامہ اقبال

دہی نگاہ کہ ناخوب و خوب سے محرم ٭ دہی ہے دل کہ حلال و حرام سے آگاہ

مسلمان تاجر اور چوری

اللہ پاک قرآن حکیم سورہ البقرہ پارہ (۲) آیت (۱۸۸) میں فرماتے ہیں "ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ"۔

ماہ جون تعلیمی سال کے آغاز کا زمانہ ہے ایک غریب طالب علم اپنے گذشتہ تعلیمی سال کے کتب فروخت کر کے اس کے معاوضہ میں نئے سال کے کتب خریدنے ایک مسلمان نوجوان دوکاندار کے پاس آیا۔ اس نے دام بہت کم بتلائے۔ اس غریب طالب علم نے کتب واپس دینے کہا۔ اس نوجوان نے بڑی چالاکی اور خوبی سے ایک کتاب اپنے کاؤنٹر کے نیچے گرادی وہ غریب طالب علم اپنے کتب بے خیالی میں لیکر چلا گیا۔ یہہ نوجوان بیوپاری اپنی چالاکی پر تبسم کرنے لگا۔ میں نے پوچھا بابا! کیا ان حرکات سے مسلمان اللہ کا خلیل (دوست) بن سکتا ہے اور کیا تم اللہ کو علیم نہیں جانتے دین کی بھی فکر ہے۔ اطمینان سے اس نوجوان نے جواب دیا۔ ہم اسوقت وعظ کے ممبر پر نہیں بلکہ بیوپاری کی کرسی پر بیٹھے ہیں۔ علامہ نے ضرب کلیم میں کہا تھا کہ قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے متاع کردار" میں نے دل میں کہا علامہ" قوم کے ہاتھ سے جاتا رہا متاع کردار مگر آپ نے یہہ سچ فرمایا:

شوق پرواز میں مہجور نشیمن بھی ہوئے ٭ بے عمل تھے دہی جوان دین سے بدظن بھی ہوئے

ہاتھ بے روز میں الحاد سے دل خوگر ہیں ٭ امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں

مسلمان بیوپاری فوٹو گرافی تصویر فروشی بت گری اور بت فروشی

علامہ اقبال فرماتے ہیں

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے ؎ جرأت افکار کی نعمت ہے خداداد

ہمارے بزرگ اس حدیث کے تحت کہ جس گھر میں تصویر ادر کتا ہو رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے ۔ تصویر کھنچوانے سے زندگی بھر پرہیز کرتے تھے مثال کے طور پر حضرت قبلہ عبداللہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے زندگی میں کبھی تصویر نہیں کھنچوائی ۔ دھوکہ سے تصویر لے لی گئی اب آپ ہی کے عرس کے موقع پر آپ کی تصاویر فی تصویر پندرہ روپے میں فروخت کرکے منافع کمایا جا رہا ہے ۔ غضب خدا کا ایک مرشد نے تو اپنے تصاویر اپنے مریدوں میں تقسیم کیں کہ اسکو گھورنے سے شیاطین کے اثرات جاتے رہیں گے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کو ایک شخص نظر آیا جو تصاویر انسانوں کی بنایا کرتا تھا آپ نے منع فرمایا ۔ اس نے عرض کیا یہ میری گزربسر کا ذریعہ ہے ۔ فرمایا تو بے جان اشیاء کی تصاویر بنایا کر جانداروں کی نہیں ۔

اب تو بات اور آگے نکل گئی ہے مسلمان فلم ایکٹرز کی تصاویر فروخت کرکے روپیہ کمانے اور نوجوان مسلمان انہیں خرید کر گھر سجانے میں مصروف ہیں ۔ مسلمان بیوپاریوں کی بدبختی یہاں تک بھی پہونچ گئی ہے کہ ہندوؤں کے دیوتاؤں مندروں، بتوں کی تصاویر بھی مسلمان روپیہ کمانے کے لیے فروخت کرنے لگے ہیں ۔ ہائے شاعر مشرق

عہد نو برق ہے آتش زن ہر خرمن ہے ؎ ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے

اس نئی آگ کا اقوام کہن ایندھن ہے ؎ ملت ختم رسل شعلہ بہ پیراہن ہے

بات انتہا پر اور اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ قہر خدا اور غضب خدا مسلمان نما بیوپاریوں پر اسطرح نازل ہونے لگا کہ وہ پتلے مجسمے بھی بنانے شروع کردیئے ہیں ۔ اب مسلمانوں کی کثیر تعداد ایک خاص دھات سے نہ صرف ہر طرح کے بے حیائی کے پتلے بلکہ ہندوؤں، دیوتاؤں اور مندروں کے تک مجسمے وماڈل بنا رہی ہے اور (ANTIQUES) کی بکثرت دوکانات مسلمانوں نے ڈاڑھیاں رکھکر بھی کھول لی ہیں ۔ بت و دیوتا بنانے والے بھی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور فروخت کرنے والے بھی مسلمان ۔

علامہ نے جواب شکوہ میں آج سے پچاس سال قبل فرمایا تھا کہ :

بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں ∴ تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں
بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے ∴ حرم کعبہ نیا بت بھی نئے تم بھی نئے
ان کی تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا ∴ لا کے کعبہ سے صنم خانہ میں آباد کیا

مسلمان پارچہ کے بیوپاری

مسلمانوں نے پارچہ جات کے بڑے بڑے شوروم کھول لئے ہیں۔ شوروم کے سامنے عورتوں کے مجسمے (STATUES) نہایت ہی بے حیائی کے انداز میں ملبوسات پہنا کر چھاتیوں کو نوکدار بنا کر انہیں ملبوسات پہنا کر مختلف انداز اور جسم کے نشیب و فراز دکھاتے ہوئے اپنے شوروم کے سامنے کھڑے کرتے ہیں نہ قوم کو شرم آتی ہے نہ عورتیں یہ دیکھکر مائل بہ شرم ہوتی ہیں۔ اور نہ ہی علماء مرشدین، امیر ملت امیر شریعت اور سرپرست شریعت منع کرتے ہیں بلکہ اپنی آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ کوئی عالم دوکانات پر جاکر ان کو سمجھانے تیار نہیں۔ صرف بنک انٹرسٹ جائز یا ناجائز فتوے صادر کرکے ہمارے علمائے کرام دست گریباں ہیں اور مسلمان قوم شرک بت گری بت فروشی کے میدان میں تیزی سے بھاگ رہی ہے۔ ہر برائی حتیٰ کہ کفر و شرک کو تک فن ترقی اور زمانہ کا ساتھ دینے کا نام دیا جارہا ہے۔ مسلم فلم ایکٹر مندروں میں پوجا کر رہے ہیں۔ اس پوجا کو ایکٹنگ کا نام دیا جاتا ہے۔ اسلئے حکیم الامت فرماتے ہیں۔

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے ∴ جرأت افکار کی نعمت ہے خدا داد
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدہ پارس ∴ چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا ∴ اسلام ہے محبوس مسلمان ہے آزاد

مسلمانوں کا ایک خاص طبقہ پہلوانی اور داداگیری

زوال پذیر مسلمان قوم روحانی افلاس کا شکار ہے حکومت ہاتھ سے جاچکی۔ دنیا میں ذلیل و خوار ہوگئی۔ اب ان میں ایک طبقہ پہلوانوں اور داداؤں کا نمودار ہوا ہے جو جاقومار بھی کہلاتا ہے جن کا کام داداگیری اور غلط انداز سے روپیہ کمانا ہے ان کا زور اور ستانا صرف کمزور پڑھے لکھے شریف مسلمانوں کی حد تک محدود رہے ہے۔ اگر کوئی معاملہ میں ان کی جال میں پھنس جائے تو بس سمجھو کہ وہ ان کا نوالہ بن گیا۔ بعض داداگیری کرنے والے تو پولیس کو ان کا معمول بھی پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہ جاقومار مسلمان طبقہ صرف مسلمانوں کے لیے سوہان روح ثابت ہوتا ہے۔ اپنی بہادری کے جوہر نہ اسرائیل پر دکھا سکتا ہے نہ بابری مسجد کی آواز سے سنائی دیتی ہے جب کوئی فرقہ وارانہ فساد اور کرفیو نافذ ہوتا ہے تو یہ سیدھا بمبئی وغیرہ فرار ہوجاتا ہے کہ

گرفتاری سنجانب پولیس ان کی عمل میں نہ لائی جائے جونکہ ان کی فہرست ہر ناکہ میں رہتی ہے ۔ ذرائع آمدنی کے ظالمانہ انداز میں جو مسلمانوں کا یہ جاہل طبقہ اپنایا ہوا مسلمانوں پر ہی زور بتلاتا ہے ۔ بقول علامہ اقبالؒ یہ وہ دور ہے کہ :

تھا جو نا خوب بتدریج وہی خوب ہوا ؎ کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

باب ہفتم

اسلام کا بیج — تپتی زمین اور اسلام کا پودا کن حالات میں تناور درخت میں تبدیل اور دنیا پر سایہ فگن ہوا

ہمارا اسلام دراصل دینِ ابراہیمی ہے جسکو دینِ محمدیؐ بھی کہتے ہیں جیسا کہ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ۔

دین مسلکِ زندگی کی تقویم
دین سرِ محمدؐ و براہیمؑ !

اس شعر کو سمجھنے کے لئے ہمیں پہلے ہر لفظ کے لغوی معنیٰ سمجھنے ہوں گے ۔

(۱) دین کے معنی ہیں مذہب مسلک دھرم ایمان (۲) مسلک کے معنیٰ ہیں راستہ طریقہ قاعدہ دستور (۳) تقویم کے معنیٰ ہیں سیدھا کرنا قایم کرنا (۴) سرِ کے معنیٰ ہیں راز

آیئے اب ہم اس شعر کا مطلب سمجھیں علامہ فرماتے ہیں کہ زندگی کو سیدھا قایم رکھنے سدھارنے کے لیے مذہب و دین کے راستہ طریقہ اور دستور کی ضرورت ہے یا یوں کہیئے گا کہ مذہب و دین انسان کی زندگی کو راہ راست پر لاتا اور زندگی کو صحیح راہ دکھاتا ہے ۔ یہ صحیح راہ دکھانے کا راز صرف دینِ محمدیؐ میں مستور ہے جسکو آپ دین ابراہیمی بھی کہہ سکتے ہیں ۔ اسلام تو ہر پیغمبر نے اپنی امت پر اپنے اوقات میں پیش کیا ۔ اسلام کے معنیٰ ہیں گردن جھکانا ۔ اطاعت کرنا ۔ ہر پیغمبر نے اپنی امت کو اللہ کے سامنے گردن جھکانے اور اللہ کی اطاعت کرنے کی تعلیم دی ۔ ہمیں اب اس اسلام سے بحث ہے جسکو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا ۔

اچھا اب آیئے ۔ ہم یہ دیکھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے اسلام کے درخت کا بیج یا تخم بویا تو کس زمین میں پھر اس کی آبیاری کی تو کس انداز سے اور پھر یہ اسلام کا پودا کن حالات میں پروان چڑھا اور ایمان کے ثمر سے بارآور ہوا پھر کسطرح اسلام کے تناور درخت کے سایہ نے دنیا کو اپنے احاطہ میں لے لیا اور پھر اس اسلام کے درخت کے ثمر ایمان نے کن حالات میں ساری دنیا کو روشن کیا اس کے لئے ہمیں بہت دور جانا نہیں ہے ۔ قرآن شاہد ہے کہ درخت اسلام کا بیج مکہ کی لق ودق تپتی زمین میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بحکم خدا بویا ۔ جہاں نہ پانی تھا نہ سرسبزی وشادابی ـــ ریگستان کی گرم لو اور تپتی دھوپ اور ریتیلی زمین ـــ معصوم فرزند حضرت اسمٰعیلؑ اور مقدس بی بی حاضرہؑ ـــ اور امتحانات اللہ پاک ـــ اسمٰعیلؑ شیرخوار کی پیاس کی شدت ـــ پیروں کی رگڑنے وہ چشمہ زمزم کو عالم وجود میں لایا کہ قیامت تک ایک فیض جاریہ بن گیا ۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی مقدس ماں حضرت حاضرہ کی پانی کی تلاش میں دوڑنے کو اللہ پاک نے قیامت کے لئے فرائض حج کی تکمیل کا اسے ایک جزو بنا دیا ۔ اور اس لق ودق صحرا میں درخت کھجور کو پیدا فرما کے قدرت کے امتحانات پر ثابت قدم رہنے والوں کو بطور تحفہ عطا فرمایا ۔ پھر اس لق ودق زمین میں مقدس باپ اور مقدس بیٹے نے ایک اللہ کا گھر بنایا ۔ جس کا طواف قیامت تک جاری رہے گا ـــ پس ظاہر اور ثابت ہوا کہ اسلام کا پودا نشو ونما پایا اور اسلام کے درخت کی صورت میں ظاہر ہوا اور ایمان کے پھل سے بارآور ہوا تو آزمائش مصائب وکرب وبلا کی تپتی زمین میں ـــ پھر نار نمرود سے یہ اسلام کا درخت جلا نہیں بلکہ نار نمرود کی بدولت یہ اسلام کا درخت گلستان بکنار ہو گیا یعنی یہ ایمان کا معجزہ تھا کہ ہولناک نار نمرود اسلام کے درخت کے لئے سلامتی اور ٹھنڈک بن گئی ۔

پھر ایک وقت آیا کہ اس اسلام کے درخت کو مزید سرسبز وشاداب رکھنے کے لئے ـــ ضعیف مقدس باپ حضرت ابراہیمؑ سے جوان بیٹے کی قربانی طلب کی گئی ۔ ہر دو نے آمنا صدقنا کہا رحمت الٰہی جوش میں آگئی قربانی بصورت مینڈھا قبول اور تا قیامت بہ زمانہ حج رائج ہو کر اس بات کا بین ثبوت بن گئی کہ اسلام کا درخت قربانیوں کے پانی سے تناور ہو کر ایمان کے نورانی پھل سے بارآور ہوتا ہے ـــ آج ان تمام نقاط کو عام مسلمانوں نے تو کیا علماء یعنی نائب رسول ہونے کے دعویداروں نے بھی بھلا دیا کہ اللہ پاک کی آزمائشیں مصائب کی ہوائیں اور عشق الٰہی کی بجلیاں ہی اسلام کے درخت کو سرسبز اور شاداب بنا کے ایمان کے لذیذ پھل سے بارآور کرتی ہیں

اور پھر یہی ایمان کا پھل دل کو بیدار و منور کر کے بقولِ حضرت اقبال بقا عطا کرتا ہے۔

عشق کے دام میں پھنس کر یہ رہا ہوتا ہے ؛ برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے
ابر رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یارب ؛ جل گئی مزرعہ ہستی تو اُگا دانہ دل

آج جب یہ عشق کی گرمی نائب رسول کہلانے والوں میں نہیں رہی تو اسلام کا درخت کہاں سرسبز و شاداب رہ کر ایمان کے پھل سے بارآور ہو سکتا ہے۔ علماء کا گھر کیا ہے۔ سجا سجایا شوروم ہے یا ایک میوزیم کہ ہر آسائش اور عصرِ حاضر کی اشیاء حاضر ہیں۔ پھرنے کے لئے موٹریں، اُڑنے کے لئے ہوائی جہاز ——— اسلئے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں ؛ بہانہ بے عملی کا بنی شراب الست

اسلام کا درخت گفتار کی آبیاری سے ہرا نہیں ہوتا۔ صرف علم کے اظہار کا نام اسلام نہیں ہے علم صرف بقول حضرت اقبال ایک نیام اور عشقِ الٰہی جوہر دار تلوار ہے۔ یہ وہ تلوار ہے جو درخت اسلام کی بقاء کی حفاظت کرتی ہے۔

عشق کی تیغ جگر دار اڑا لی کس نے ؛ علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی

جب اللہ کی آزمائشوں کی زد میں آنے سے علماء خود گھبرانے لگیں، عیش و عشرت کو اپنا لیں اور عشق نبی کی آگ خود ان کے دل میں نہ رہے تو عام مسلمانوں کا یہی حال ہوگا جیسا کہ حکیم الامت فرماتے ہیں۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے ؛ مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اب علماء کو آپس کے اختلافات مقدمہ بازیوں اور فتوے بازیوں سے کہاں فرصت ہے۔ ایک عالم کے فتویٰ کے خلاف دوسرے عالم فتوے صادر کرنے میں جب لگے رہیں۔ ایک عالم کہیں بنک انٹرسٹ جائز ——— دوسرے کہیں ناجائز۔ تو بقول حکیم الامت۔

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا ؛ مسائل نظری میں الجھ گیا ہے خطیب
نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری ؛ رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ ؛ نہیں ممکن امیری بے فقیری!

محبت کا جنون باقی نہیں ہے ؛ مسلمانوں میں خون باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشان سجدہ بے ذوق ؛ کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

درخت اسلام کے خصوصیات اور درخت اسلام کو درکار کھادیں

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے لق ودق ریگستان کی زمین میں اسلام کا بیج بویا گیا۔ صبر و آزمائشوں کی دھوپ میں یہہ پودا اُگا پھر مصائب کی ہواؤں نے اس پودہ کو جڑ سے اکھاڑا نہیں بلکہ طاقت دی۔ پھر قربانیوں کی آبیاری نے اس پودہ کو درخت کا روپ دیا۔ جوں جوں اس درخت اسلام پر عشق الہٰی اور حُب رسول کی بجلیاں گرتی گئیں یہہ درخت ہرا اور تناور ہوتا گیا۔

اسلام کا درخت جو پانچ شاخوں والا نورانی درخت ہے جس کی ایک شاخ وحدانیت و رسالت کہلاتی ہے۔ دوسری شاخ نماز کہلاتی ہوئی دن میں پانچ وقتہ قیام رکوع وسجود میں رہتی ہے۔ تیسری شاخ ماہ رمضان میں شباب پر آکر شاخ روزہ کے نام سے ثمر آور ہوتی ہے۔ چوتھی شاخ زکواۃ کہلاتی اور غریب وغرباء کے سر پر سایہ فگن رہتی ہے۔ پانچویں شاخ ماہ ذیقعدہ میں بنام حج لہراتی اور اسلام کے لئے قربانی اور عشق الہٰی کے لئے اہل ایمان کو آواز دیتی ہے۔ اس درخت اسلام کی خصوصیت یہہ ہے کہ ان پانچ شاخوں میں سے ایک شاخ بھی سوکھ گئی یا کاٹ دی گئی تو یہہ درخت اسلام ہی گرجاتا اور اس کے سایہ سے مسلمان محروم رہ جاتا ہے۔ اس درخت اسلام کو سانس لینے کیلئے جو آکسیجن درکار ہوتی ہے وہ قرآن اور حدیث اور سنت کے مرکب سے یہہ آکسیجن تیار ہوتی ہے اس سے یہہ درخت اسلام سانس لیتا اور زندہ رہتا ہے۔ اس آکسیجن سے محروم ہوا تو سمجھ لو کہ درخت ٹھنٹ ہوکر رہ گیا۔

اس اسلام کے درخت کے ریشہ ریشہ میں جو رس بھرا ہے اس رس کو کہتے ہیں "شراب توحید یا مئے لا الہ" — پھر اس درخت سے شراب توحید نکال نکال کر پلانے والے پیارے ساقی کا نام ہے آقائے دوجہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ——— جس نے درخت اسلام کی مئے توحید مومنین کو پلا پلا کر جھگڑے رتفرقے مٹائے یگانگت پیدا کی۔ مساوات کا سبق عطا فرمایا۔ بقول حضرت اقبالؔ۔

مٹادیا میرے ساقی نے عالم من و تو　　پلا کے مجھ کو مئے لا الہ الا ہو

پھر انتہا یہہ ہوئی کہ ریگستان کی ریت کے ہر ذرہ نے لا الہ الا اللہ کی گواہی دیدی۔

پھر اسلام کے مالی و باغبانؐ نے اسلام کے اس درخت کو دائمی زندگی دینے جو کھادیں دیں اور ہمیشہ دیتے رہنے کی ہدایت فرمائی تاکہ یہہ درخت ہمیشہ سرسبز شاداب اور بہار پہ رہے ان کھادوں کے نام ہیں۔ (۱) صدق مقال (۲) اکل حلال (۳) یقین محکم (۴) عمل پیہم (۵) اخوت

(۶) ایثار (۷) صداقت (۸) شجاعت (۹) عدالت (۱۰) بھروسہ ذاتِ الٰہی اور قوت بازو پر (۱۱) فقر (۱۲) غنا (۱۳) خودی (۱۴) کردار حمیدہ (۱۵) جہاد فی سبیل اللہ (جس میں تبلیغ بھی شامل ہے) (۱۶) اجتہاد۔

(۱) صدق مقال

جب صدق مقال کی کھاد درخت اسلام کو ملتی ہے تو اس کی شادابی کے کیا کہنے ورنہ یہہ درخت زرد پڑکر رہ جاتا ہے۔ کچھ اس سلسلے میں لکھا جا چکا ہے صرف اب اس قدر لکھ کر آگے بڑھ جاتا ہے کہ سچ اور وعدہ کی وفا کا جہاں تک تعلق ہے علماء اور واعظ تک اس کھاد کو اپنے درخت اسلام کو دینے سے قاصر ہیں۔ جب تک کسی سے ان کی غرض وابستہ نہ ہو وہ کبھی کسی سے اپنا وعدہ وفا نہیں کرتے یوں تو ہزاروں مثالیں ہیں۔ جہاں تک بیان کی جائیں۔ ہر شخص آسانی سے روزمرہ کی کتاب زندگی کا مطالعہ کرے تو بڑی آسانی سے نوٹ کر سکتا ہے اور حقائق سامنے آجائیں گے کہ عام مسلمان سے لیکر خاص طبقہ تک جو علماء کا معزز طبقہ کہلاتا ہے وہ معزز طبقہ تک صدق مقال سے ناقابل بیان اور افسوسناک حد تک بے بہرہ اور محروم ہو چکا ہے۔ علامہ اقبال کا یہ پیام بار بار سنایا گیا ہے کہ

سر دیں صدق مقال اکل حلال ؏ خلوت و جلوت تماشائے جلال

ترجمہ: دین کا راز تو سچ کہنے اور حلال روزی کھانے میں مضمر ہے اگر یہہ دو چیزیں میسر و نصیب ہو جائیں تو انفرادی حیثیت سے ہو کر اجتماعی حیثیت سے قوم کے ترقی اور جلال کا تماشا قابل دید ہوتا ہے۔ فرامین آقائے نامدار

(۱) فرمایا آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں فریب نہیں۔ جس نے فریب کیا وہ ہم میں سے نہیں (ابن نجار)

(۲) حضور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان بزدل بخیل ہو سکتا ہے مگر کذاب و جھوٹا نہیں ہو سکتا (رواہ مالک، البیہقی، فی شعیب الایمان)

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اسمیں ارشاد نہ فرمایا ہو کہ جسمیں امانت کی خصلت نہیں اسمیں ایمان نہیں اور جسمیں عہد کی پابندی نہیں اسمیں دین نہیں (شعیب الایمان البیہقی)

(۲) اکل حلال

اس بارے میں کافی لکھا جا چکا ہے کہ عام مسلمانوں سے لیکر علماء کی اکثریت اکل حلال کی کھاد درخت اسلام کو دینے سے قاصر ہیں۔ آج ہی کی بات نہیں بلکہ نظام کے دور میں تک علماء کی اکثریت مناسب وظائف یومیہ پاکر بلا محنت زندگی بسر کرتے رہے پھر ستم بالائے ستم یہہ رہا کہ بعض علماء و واعظ زمیندار و مقطعہ دار تھے۔

جن کو سالانہ سیندھی کے درخت آمدنی آنے کا بغرض زندگی گذارنے سخت انتظار رہتا تھا۔ اسلامی ریاست نظام کہنے کو تھی لیکن سالانہ چوبیس[۲۴] ہزار کے بجٹ میں آبکاری سیندھی شراب سے چودہ ہزار کی آمدنی داخل خزانہ ہوتی تھی۔ اسی خزانے سے علماء واعظ اپنے وظایف لیتے تھے۔ کسی نے اسکو ناجائز کہکر آواز نہیں اٹھائی۔ عرب روہیلے اور ماہواری سود لیتے تھے سود دلانے کا قانون مدون تھا۔ عدالتیں سود دلاتی تھیں کسی عالم نے سود کے لینے دینے پر اعتراض نہیں۔ اسلامی بادشاہ سے نہیں کیا۔ آج بھی علماء دین کے نام پر دنیا کما کر خوشحال زندگی گزار رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ دیکھے انگلیاں ہتھیلیاں سخت موٹے اور بدوضع ہیں۔ سبب دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ میں پتھر پھوڑتا ہوں اور اس سے میری اور اہل وعیال کی گذر بسر ہوتی ہے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا "مبارک ہیں یہ ہاتھ"۔ جب صدق اور اکل حلال کی کھاد ہی درخت اسلام کو نہ ملے تو اسلام بقول حضرت اقبال دین کا راز ہی جس میں چھپا ہے وہ نہ رہے تو خلوت وجلوت میں تماشائے جلال کہاں سے نظر آئے۔

سرِ دیں صدق مقال اکل حلال　　؎　　خلوت وجلوت تماشائے جلال

(۳) یقینِ محکم کی کھاد

یقینِ محکم کی کھاد ہی وہ کھاد ہے جو اسلام کے درخت کو دی جائے تو لا الہ الا اللہ کی شراب کو مست بناتی ہے اس درخت کو یقین محکم کی کھاد ہی نہ ملے تو اس درخت سے جو شراب توحید نکلے گی وہ پانی کی طرح بے اثر ہوگی۔ جیسا کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

یقین مثل خلیل آتش نشینی　　؎　　یقین اللہ مستی، خود گزینی!

سن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار　　؎　　غلامی سے بدتر ہے بے یقینی!

تو عرب ہو یا عجم ہو، ترا لا الہ الا　　؎　　لغت غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی!

(۴) عمل پیہم

عمل پیہم کی کھاد ہی درخت اسلام کو دوام بخشتی ہے۔ مسلمانوں کا ہر جذبہ تو صرف دکھانے کے کرشمے دکھلانے موسمی انداز لیا ہوا رہ گیا ہے۔ یعنی ماہ رمضان میں سال میں ایک بار کچھ مسلمان ہونے کی ایکٹنگ کرلی اور ماہ ذیقعدہ میں بکروں کی قربانی دیکر اسلام کا مظاہرہ کرلیا اور بس ——— جس کا عمل سے نہیں بلکہ دکھاوے کا تعلق ہوتا ہے، عمل کے تعلق سے فرمان نبوی ہے ———

اَحَبُّ الاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ مَا دَامَ وَ اِنْ قَلَّ

ترجمہ: اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ وہ قلیل ہو (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا سرکار نامدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے (بخاری) ظاہرداری کے اعمال کی کھاد سے درخت اسلام کیسے سرسبز و شاداب رہ سکے گا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں

یہی ہے آئین قدرت یہی اسلوب فطرت ہے ؛ جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے
جس کا عمل ہے بے غرض اسکی جزا کچھ اور ہے ؛ حور و خیام سے گزر بادہ و جام سے گزر

(۵) اخوت (۶) ایثار

اخوت اور ایثار کی کھاد سے عدم دستیابی مسلمان کو درخت اسلام کے درخت کے سایہ سے محروم کر دیتی ہے۔ مدینہ تشریف لانے کے بعد آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے درخت کے سب پتوں (مسلمانوں) کو رشتہ اخوت دبھائی چارگی کے رشتہ میں منسلک فرما دیا اس سے جو فوائد حاصل ہوئے وہ تاقیامت ناقابل فراموش ہیں کہ اپنی جائیدادوں میں سے نصف حصہ مالدار بھائی نے غریب بھائی کو دے ڈالا۔ آجکل علماء کا یہ حال ہے کہ دولت کے مالک بنے بیٹھے ہیں نہ غریب مسلمانوں کا خیال ہے نہ مصیبت زدہ برادران اسلام کا۔ مرشدوں کا یہ حال ہے کہ غریب مرشدین کی عیادت کے لیے ان کے پاس وقت نہیں اور ان کے گھر جاکر ہمدردی کا اظہار کرنے کا خیال نہیں جن سے ان کے اغراض وابستہ نہ ہو۔ یوں تو ہزاروں واقعات ہیں ایک واقعہ عرض ہے کہ ایک ضعیفہ اپنے مرشد مرحوم کے فرزند کے گھر جاکر اپنے بیمار بیٹے کو جسے ڈاکٹر نے بستر سے نک اٹھنے سے منع کیا تھا گھر پر آکر دیکھنے کی اعتقاداً بہت خواہش و درخواست کی۔ اس سنگدل واعظ و عالم نے کہہ دیا کہ "میرے پاس وقت نہیں ہے"۔

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں منجملہ ان کے یہ حق بھی ہے کہ مسلمان بیمار ہوجائے تو دوسرا مسلمان عیادت کرے۔ (مسلم)

اس سلسلہ میں متعدد احادیث ہیں۔ آج جب علماء اور واعظین مرشدین کی اخوت اور ایثار کا یہ حال ہو کہ ایک عالم بھائی دوسرے عالم بھائی کا دشمن ہو اور مقدمہ بازیاں۔ کینہ، کدورت، غیبت، حسد شیوہ حیات ہوں تو جہلا مسلمانوں کا کیا ہوگا۔ یہ بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ گھر کے بازو عزیز کی میت میں عالم صاحب تشریف صرف بوجہ کینہ و کدورت نہیں لیجاتے۔ اخوت اور ایثار کی کھادوں سے درخت اسلام کو محروم کر دیا جائے تو اس کے ٹھنڈے سایہ کی توقع عبث نہیں تو اور کیا ہے۔

اسی لئے علامہ اقبال رح آبا سے تقابل کر کے فرماتے ہیں۔

خودکشی شیوہ تمہارا وہ غیور و خوددار ⁂ تم اخوت سے گریزاں وہ اخوت پہ نثار

علامہ الطاف حسین حالی کہتے ہیں۔

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے ⁂ اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے
جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے ⁂ اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا ⁂ اب جنگ و جدل چار طرف اسمیں بپا ہے

(۷) صداقت (۸) شجاعت (۹) عدالت

صداقت شجاعت عدالت کی کھادوں نے اسلام کے درخت کو اس قدر تناور کیا تھا کہ اس کی شاخیں دنیا پر سایہ فگن ہوگئی تھیں اب ان کھادوں سے عام مسلمانوں نے تو کیا علماء نے درخت اسلام کو محروم کر دیا۔ علامہ اقبال آبا کی یاد دلا کر فرماتے ہیں۔

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی ⁂ نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی

دم تقریر تھی مسلم کی صداقت بے باک ⁂ عدل اسکا تھا لوث مراعات سے پاک
شجر فطرت مسلم تھا حیا سے نم ناک ⁂ تھا شجاعت میں وہ ایک ہستی فوق الادراک

(۱۰) بھروسہ ذات الٰہی اور قوت بازو پر

اس کھاد سے بھی مسلمان نے درخت اسلام کو محروم کر دیا ہے۔ خوف الٰہی کے بجائے حکومت کا خوف ہے موت کا خوف بھروسہ اللہ کی ذات پر ہے نہ اپنے قوت بازو پر۔

ہر مسلمان رگ باطل کے لئے نشتر تھا ⁂ اس کے آئینہ ہستی میں عمل جوہر تھا
جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر تھا ⁂ ہے تمہیں موت کا ڈر اسکو خدا کا ڈر تھا

(۱۱) فقر (۱۲) غنا

فقر و غنا کی کھادوں نے اسلام کے درخت کو وہ طاقت بخشی تھی کہ دریاؤں کی طغیانیاں ہواؤں کے طوفان بھی اس درخت کو جنبش نہ دے سکتے تھے حضرت حالی فرماتے ہیں۔

جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی ⁂ اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے

علامہ اقبال کہتے ہیں۔

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے ⁂ وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی
کچھ اور چیز ہے شاید تری مسلمانی ⁂ تری نگاہ میں ہے ایک فقر رہبانی
یہ فقر مرد مسلماں نے کھو دیا جب سے ⁂ رہی نہ دولت سلمانی نہ سلیمانی

تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے ؎ حیدری فقر ہے نہ دولت عثمانی ہے

(۱۳) خودی

اسلام کے درخت کو خودی کی کھاد سے یک لخت محروم کردیا گیا ہے۔ مشرکین کے ساتھ زمانہ سازی ہورہی ہے۔ مشرکین اور کفار کے مرنے پر قرآن خوانی ہورہی ہے مشرکین کے ساتھ افطار اور نماز ادا کیجارہی ہے۔ مشرکین جب درگاہوں پر بغرض زیارت آتے ہیں تو ان کی روحانی حیثیت مان کر دستاربندی کرکے کاروبار لات ومنات کو پھر سے زندہ کیا جارہا ہے اور علماء تماشا بین بنے ہوئے ہیں۔ مسلمان سلاطین کے دور کے بھی اکثر علماء نے غیر شرعی انداز سے شاہان وقت کی ہاں میں ہاں ملائی اور اپنی خودی اور ایمان کا سودا کیا جو آج بھی کیا جارہا ہے۔ خودی کے سودا کے بعد مسلمان کے پاس باقی بقول حضرت اقبالؒ رہ ہی کیا جاتا ہے۔

حیات کیا ہے؟ خیال ونظر کی مجذوبی ؎ خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں
وجود کیا ہے فقط جوہر خودی کی نمود ؎ کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود ترا
یہ ذکر نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور ؎ تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
حریم ترا خودی غیر کی ! معاذ اللہ ؎ دوبارہ زندہ نہ کر کاروبار لات ومنات

مسلمان آج پتلے اور ہندوؤں کے بت داؤ تار بنا کر زر خرید کررہے ہیں اور علماء تماشا دیکھ رہے ہیں کاروبار لات ومنات شروع ہی تو ہوچکا ہے۔ ہندوستان ہی کا نہیں پوری دنیا پر مسلمان خودی سے عاری ہے اور درخت اسلام خودی کی کھاد سے یکسر محروم ہے۔ حکیم الامت نے کس قدر صحیح نقشہ کھینچا ہے

خودی کی موت سے روح عرب ہے بے تب و تاب ؎ بدن عراق وعجم کا ہے بے عروق وعظام
خودی کی موت سے ہندی شکستہ بالوں پر ؎ قفس ہوا ہے حلال اور آشیانہ حرام!
خودی کی موت سے پیر حرم ہوا مجبور ؎ کہ بیچ کھائے مسلماں کا جامۂ احرام!

(۱۴) کردار (۱۵) جہاد فی سبیل اللہ بشمول تبلیغ

درخت اسلام کو کردار اور جہاد فی سبیل اللہ جیسی تبلیغ بھی شامل ہے کی کھادوں سے یکسر محروم کردیا گیا ہے۔ ہمارے علماء کا شیوہ تو مسلمانوں کو بقول حضرت اقبال صرف گفتار کی گرمی سے نوازنا اور انہیں کردار سے محروم کرکے فلسفہ میں الجھانا ہے ایسا فلسفہ جو خون جگر سے بقول حضرت اقبال محروم ہو۔

قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے متاع کردار ؎ بحث میں آتا ہے جب فلسفہ ذات وصفات
یا مردہ ہے یا نزع کی حالت میں گفتار ؎ جو فلسفہ لکھا نہ گیا خون جگر سے

اس سے بھی زیادہ صاف علامہ اقبال بانگِ درا میں فرماتے ہیں۔

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی ✤ برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی ✤ فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

اپنے مریدوں اور معتقدین کو گفتار کے جال میں علماء کے پھنسانے کا راز صرف مریدوں سے مالی فائدہ حاصل کرنا اور اپنی خدمت لینا تاکہ وہ ان سے روپیہ فراہم کر کے انہیں محل نشین اور موٹر نشین کرسکیں۔ فرماتے ہیں علامہ اقبال۔

مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا مگر ایک ✤ ہر ایک ہے گو شرح معانی میں یگانہ!
بہتر ہے کہ شیروں کو سکھادیں رم آہو ✤ باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ!

اس کے لئے علماء نے مسلمانوں کو گفتار کے جال میں پھنسا کر کردار اور جہاد سے محروم رکھا ہے اور شیروں کو ہرنوں کی طرح چوکڑیاں بھرنا سکھا رہے ہیں۔

جہاد کی تین قسمیں ضرور ہیں۔ زبان سے جہاد (۲) قلم سے جہاد (۳) تلوار سے جہاد۔ زبان سے بھی جہاں تک جہاد کا تعلق ہے ہمارے علماء نرم گدّوں پر بیٹھکر موٹروں میں پھر کر ہوائی جہازوں میں اڑکر گفتار کے واعظ و غازی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کانٹوں پر سے چلکر تبلیغ کو اپنا فرض سمجھتے ہیں نہ جان کی بازی لگانا قرین مصلحت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں تین شمشیر جوہردار استعمال فرمائے (۱) زبان شیریں و کلام لطیف کی شمشیر (۲) اپنے کردار اعلیٰ کی شمشیر جس سے متاثر ہو کر سخت سے سخت کافر مسلمان ہوگئے (۳) فولادی شمشیر بصورت ناگزیر بغرض مدافعت یا بغرض آپریشن۔ ہمارا پیغمبر و نبیؐ بیک وقت با عمل شیریں گفتار واعظ ہے تو باعمل صاحب کردار ہادی بھی اور پھر قوت و شوکت کا پیغمبر بھی۔ وہ نبوت جسمیں قوت و شوکت کا پیام و شان نہ ہو علامہ اقبال ایسی نبوت کو ایک سوکھی گھاس یا بھنگ سے تعبیر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

وہ نبوت ہے مسلماں کیلئے برگِ حشیش ✤ جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت و شوکت کی راہ بھی دکھائی لیکن آج ہم یہ تینوں اقسام کے جہاد سے اور کردار سے محروم ہو کر اپنی شان و شوکت کھو بیٹھے یا یوں کہو کہ درختِ اسلام کو ان کھادوں سے محروم کر دیا۔

(۱۶) اجتہاد

اجتہاد کی کھاد کی درختِ اسلام کو ہر دور میں ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ یہ کھاد درخت کو صرف علماء ہی دے سکتے ہیں۔ اجتہاد کے

لغوی معنیٰ ہیں۔ جدوجہد، راہ ڈھونڈنا اور فقہ میں کہتے ہیں اجتہاد یعنی " قرآن اور حدیث اور اجماع پر قیاس کر کے مسائل کا اخذ کرنا"

اجتہاد کے لئے نفس امارہ سے پرہیز اپنا لوہا منوانے کی خواہش سے گریز اور اسلامی کردار کا مجسم ہونا ضروری ہے قرآن کے پڑھ لینے سے کوئی اجتہاد کی دولت سے بہرہ ور نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے علامہ اقبال ایک راز سے واقف کرواتے ہیں کہ اجتہاد کرنے والا کا قرآن کے تعلق سے یہ حال ہو کر

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن ؛ قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں ؛ اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

پھر سنت کی پیروی کا یہ حال ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی ایسا غوطہ زن ہو جائے کہ

ع کس نگوید بعد ازیں تو دیگری من دیگرم

یعنی کوئی یہ نہ کہہ سکے تو دوسرا ہے اور میں دوسرا ہوں۔
اور علماء کی فقر کی منزل کا یہ حال ہو۔ بقول حضرت اقبال۔

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے ؛ وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی

علامہ کو اجتہاد کی حد تک یہ غم ہے کہ آج ہو یہ رہا ہے کہ۔

قرآن کو بازیچۂ اطفال بنا کر ؛ چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر ؛ تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پازند

اجتہاد کرنے اور فتوے دینے والے علماء بھی زندہ علماء ہوں اور فتویٰ سننے اور عمل کرنے والی قوم بھی زندہ قوم ہو تو جب نظر آتی ہے اسلام کی شان علامہ اقبالؒ اس سلسلہ میں تاریخ کے ایک واقعہ کو یوں نظم کرتے ہیں۔

محاصرۂ ادرنہ

یورپ میں جس گھڑی حق و باطل پہ چھڑ گئی ؛ حق خنجر آزمائی پہ مجبور ہو گیا
گرد صلیب گرد قمر حلقہ زن ہوئی ؛ لشکر حصار ادرنہ میں محصور ہو گیا
مسلم سپاہیوں کے ذخیرے ہوئے تمام ؛ روئے امید آنکھ سے مستور ہو گیا
آخر امیر عسکری ترکی کے حکم سے ؛ "آئین جنگ" شہر کا دستور ہو گیا

ہر شئے ہوئی ذخیرۂ لشکر میں منتقل ؛ شاہین گدائے دانۂ عصفور ہو گیا
لیکن فقیہ شہر نے جس دم سنی یہ بات ؛ گرما کے مثل صاعقۂ طور ہو گیا
"ذمی کا مال لشکر مسلم پہ ہے حرام" ؛ فتویٰ تمام شہر میں مشہور ہو گیا
چھوٹی نہ تھی یہود و نصاریٰ کا مال فوج
مسلم خدا کے حکم سے مجبور ہو گیا

اسی کتاب میں اجتہاد پر علامہ اقبال کے اشعار صفحہ (۵۷) پر ملاحظہ فرمائیے۔

آج سود جائز اور ناجائز پر فتوے صادر ہو رہے ہیں کہ قوم بھی بیمار ہے علماء بھی بیمار۔ ہر معاملہ میں تقریباً سب "اکل حلال" سے تقریباً ہر میدان میں جیسا کہ بیان کیا گیا محروم ہیں تو سود تو ناجائز سب ہی ملتے ہیں مگر سوال بنک انٹرسٹ کا ہے اس پر آگے کے باب میں کچھ عرض کیا جائے گا۔ اب داڑھی اور علماء کے بارے میں عرض کیا جاتا ہے۔

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں
لرز جاتا ہے آوازِ اذاں سے (اقبالؒ)

داڑھی اور ہمارے واعظ کردار کا جہاں تک سوال ہے مسلمان کے ہر پہلو کو علامہ مولانا الطاف حسین حالی نے آج سے نصف صدی سے زائد عرصہ قبل یوں اجاگر کیا ہے۔

ہماری ہر ایک بات میں سفلہ پن ہے ؛ کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے

دگرنہ ہماری رگوں میں لہو میں ؛ ہمارے ارادوں میں اور جستجو میں
دلوں میں زبانوں میں اور گفتگو میں ؛ طبیعت میں فطرت میں عادت میں خو میں
نہیں ہے کوئی ذرہ نجابت کا باقی
اگر ہو کسی میں تو ہے اتفاقی

تنزل نے کی ہے بری گت ہماری ؛ بہت دور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گذری دنیا سے عزت ہماری ؛ نہیں کچھ ابھرنے کی صورت ہماری

جہاں قوم کے کردار کا یہہ حال ہے وہاں ہمارے علماء اپنا رعب جمانے نوجوانوں اور عام مسلمانوں کو جو داڑھی منڈواتے ہیں بڑے سخت دل آزار طریقے سے خفا ہوتے ہیں۔ قصے سناتے ہیں کہ ایک شخص ایک مصنف کی کتاب پڑھکر اور متاثر ہوکر اس سے ملنے گیا دیکھا کہ وہ داڑھی منڈانے میں مصروف ہے۔ اس شخص نے پوچھا آپ داڑھی منڈاتے ہیں۔ اس مصنف نے جواب دیا داڑھی ہی تو منڈاتا ہوں کسی کا دل اور جیب نہیں کاٹتا ہوں اس شخص نے جواب دیا تم استرہ اپنے گالوں پر بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر چلاکر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا دل چھیل رہے ہو۔ جب واعظ و عالم منبر پر بیٹھکر کہتے ہیں کہ جو شخص داڑھی منڈاتا ہے وہ شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو استرے سے چھیلتا ہے تو ہم نے دیکھا کہ یہہ الفاظ سنتے ہی داڑھی منڈانے والوں کے چہرے متغیر ہوگئے وہ خود آپس میں وعظ و عالم کے اعمال کا محاسبہ کرنے لگے۔ خیر۔ بات دراصل یہہ ہے کہ مسلمان چاہے داڑھی رکھے یا نہ رکھے گنہگار سہی لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں رکھتا ہے وہ یہہ الفاظ سننا پسند نہیں کرتا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے تعلق سے جو واعظ نے کہا۔ مزید واعظ و عالم صاحب فرماتے ہیں کہ جب قبر میں مسلمان داڑھی والے کو دفن کردیا جاتا ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوتی ہے آپؐ نے کفن منہ سے ہٹاکر چہرا ملاحظہ فرماتے ہیں اور چہرے پر داڑھی دیکھکر فرماتے ہیں

کفن سے منہ میرا کھول کر دیکھے تو یوں بولے ؛ ہمارے چاہنے والوں کی صورت ایسی ہوتی ہے

اس قسم کے اشعار پڑھکر ایک طرف نوجوانوں اور کم علم مسلمانوں کو گمراہ کرنا ہے تو دوسری جانب مذہب کی بدخدمتی کرنا ہے۔ اور توہین رسول کا باعث بننا۔ علامہ اقبال جو عاشق رسولؐ بلاشبہ تھے قرآن پڑھتے تو آنسوؤں سے قرآن بھیگ جاتا اور اسے دھوپ میں سوکھانے رکھا جاتا جو داڑھی نہیں رکھتے تھے اسلام کا فلسفہ بقول حضرت اقبالؒ عمل لئے ہوئے اسطرح تھا کہ

ہے فلسفہ میرے آب و گل میں ؛ پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں

حضرت اقبالؒ کو علماء خود علیہ الرحمہ کہنے پر مجبور ہیں۔ ان کی تعلیم اور اشعار سے ایمان جاگ جاتا ہے کیا جب وہ دفن کئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہا ہوگا کہ۔

ہمارے چاہنے والوں کی صورت ایسی ہوتی ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمان عبادتوں سے نہیں معاملات سے پہچانا جاتا ہے اور خود آقائے نامدار صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے مالوں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے۔

ہمارے سامنے آج بھی متعدد لوگ ہیں ہم نے عالم جوانی میں ایک صاحب کو جو ملازم سرکار تھے جو داڑھی رکھتے شیروانی ٹخنوں کے قریب تک پہنتے کندھے پر رومال سر پہ ٹوپی یا عمامہ کافی آمدنی و جائیداد رکھتے تھے مسلمانوں کو قرضہ دیتے۔ ان سے سود لیتے ہم نے دینا۔ اعتراض بھی کیا کہنے لگے ــــــ میاں تم بچے ہو۔ یہہ دارالحرب ہے یہاں سود جائز ہے۔ یہہ صاحب ایسے محکمہ میں نوکر تھے یہاں ان کے اثرات بھی تھے کئی مسلمانوں کے گھروں کو عدم ادائی سود کی بناء پر تباہ و برباد اور کئی کو بے گھر کر دیا ــــــ معمولی معمولی اولیا کو تو روشن ضمیر کہنے والے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہہ سمجھتے ہیں کہ آپ داڑھی دیکھکر (نعوذ باللہ) دھوکہ کھا جائینگے اور اعمال آپ کی نظر سے چھپے رہیں گے۔ ایسے غلط انداز کے مواعظ قوم کو تباہ کر دیتے ہیں ــــــ سروے کیجئے۔ دیکھئے کتنے داڑھی رکھکر جوا کھیل رہے ہیں۔ کتنے شراب خانہ میں مصروف مے خوری اور اور سیندھی خانہ میں شوق فرما رہے ہیں۔ کتنے صاحب داڑھی حضرات ہیں جو ماہ رمضان میں ماہ صیام کی اعلانیہ بے حرمتی زمانے ہوئے ہوٹلوں میں رونق افروز ہیں اور راستہ میں پان کھاتے گزر رہے ہیں۔ ان صاحب داڑھی حضرات میں لونڈے بھی ہیں جوان بھی ــــ روزہ نہ رکھنے کا گناہ تو ایک طرف ماہ صیام کی بے حرمتی کا گناہ تو اس سے زائد انشاء اللہ ان کو ہوگا۔ ہمارے علماء امیر شریعت کا کام ہے کہ ایک حجام کو ساتھ لیکر پھریں اور ان سب کی جو ماہ صیام کی بے حرمتی کر رہے ہیں ان کی داڑھیاں منڈا دیں تاکہ وہ مسلمان تو نظر نہ آئیں۔

کتنے ہیں جو داڑھیاں رکھکر ــــــ ع ــــــ وہ شکار کھیلتے ہیں ان ہی ٹٹیوں کے آڑ میں۔

ان صاحب ریش حضرات کے کارناموں سے دنیا لرز جاتی ہے کسی شاعر نے آج سے سو سال قبل کہا تھا۔

شیخ جی کر چکے جب اپنے مریدوں کو شکار ؎ اور ازاں سن کے ہرے جانے کو مسجد تیار
اہل مسجد نے سنی چاروں طرف سے یہ پکار ؎ اپنے جیبوں سے رہیں سارے نمازی ہوشیار
اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ دھوکہ اور وعدہ خلافی کے بارے میں فرمایا جس میں امانت کی خصلت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جسمیں عہد کی پابندی نہیں اسمیں دین نہیں اور فرمایا مسلمان

بزدل و بخیل ہو سکتا ہے مگر کذاب یعنی جھوٹا نہیں ہو سکتا (دیکھو شعیب الایمان بیہقی رواہ مالک) ہر داڑھی والے نے تقریباً جھوٹ دھوکہ اور وعدہ خلافی کو شیوہ زندگی بنالیا ہے کیا ان کی داڑھیوں کو دیکھکر رسول اللہ روشن ضمیر صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ

ہمارے چاہنے والوں کی صورت ایسی ہوتی ہے

مختصر یہ کہ رسول اللہ صلعم کے سے اعمال کے ساتھ جو داڑھی رکھی جائے گی وہ سنت نبویؐ کی اتباع میں سمجھی جائے گی اور جو داڑھی رکھکر نمازیں بھی پڑھ کر نسوار شیخ سدو کو پوجتے اور ظلم و ستم اور ہر قسم کے اعمال بد میں مبتلا رہ کر داڑھی رکھتے ہیں تو وہ داڑھی ابلیس، ابوجہل، ابو لہب کی تقلید اور اتباع میں رکھی ہوئی سمجھی جائے گی۔ رحمت العالمینؐ ہی کیوں نہ ہوں ان داڑھیوں کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھیں گے۔

داڑھیوں کے اقسام

داڑھی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں رکھی جارہی ہے تو ایک مٹھی چار انگل ہونی چاہیئے اور مونچھ کتوانا بھی ضروری ہے چونکہ یہودی بھی داڑھی اور مونچھ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا تم داڑھی رکھو اور مونچھ کتواؤ تاکہ یہودیوں سے مشابہت نہ ہونے پائے۔ آج کل تو داڑھیوں کے ان گنت اقسام ہیں اور سب کو داخلِ سنت سمجھ لیا گیا ہے خشخشی داڑھی۔ ایک انگل کی داڑھی اور ایک انگل کے مونچھ۔ ایسی داڑھیاں تو علماء بھی رکھتے ہیں اور مونچھ کٹواتے بھی نہیں کیا یہ تکمیل سنت کی داڑھیاں ہیں؟

علماء کے قول و فعل میں تضاد

علماء اور واعظین جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے داڑھی نہ رکھنے والوں کو اور چہرہ منڈوانے والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو چھیل رہے تو ایسوں سے تو نفرت رکھنی چاہیئے لیکن یہی علماء ان داڑھی اور مونچھ منڈوانے والے صاحب اقتدار کو اپنے اغراض کے لئے دوست بنالیتے ہیں صرف ان سے کام نکلنے کے لئے۔ جب مذہبی جلسے کرتے ہیں تو انہیں صدر استقبالیہ بناتے ہیں یہی علماء اور واعظین ہر سال زکواۃ وصول کرتے مکہ و مدینہ جاتے ہیں تو وہاں کے داڑھی منڈوانے والے عرب کو نصیحت نہیں کرتے بلکہ ان سے رقم زکواۃ لے آتے ہیں اور شاہ فہد یعنی مکہ و مدینہ کے بادشاہ یا خادم کو جو صرف ٹھڈی پر چند مکھیاں بصورت داڑھی بیٹھا رکھا اور گالوں کو صاف و چکنا بنا رکھا ہے یہ نہیں کہتے تم مکہ و مدینہ کے والی و خادم ہو تمہیں داڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ایک مٹھی چار انگل رکھنی چاہیئے۔ وہاں سے روپیہ لاکر رعب بٹھلاتے ہیں ہندوستان کے نوجوانوں اور جہلا پر۔

حضرت علامہ حالی نے ان علماء کی بابت یوں اظہار خیال فرمایا ہے۔

علامہ الطاف حسین حالی کی آہ وزاری نام نہاد علماء کے بارے میں

بڑھے جس سے نفرت وہ تحریر کرنی — جگر جس سے شق ہوں وہ تقریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی — مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی

یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ

کوئی مسئلہ پوچھنے اون سے جائے — تو گردن پہ بار گراں لے کے آئے
اگر بدنصیبی سے شک اوس میں لائے — تو قطعی خطاب اہل دوزخ کا پائے

اگر اعتراض اوس کی نکلا زباں سے
تو آنا سلامت ہے دشوار واں سے

کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پھلاتے — کبھی جھاگ پر جھاگ ہیں منہ پہ لاتے
کبھی خوک اور سگ ہیں اس کو بتاتے — کبھی مارنے کو عصاء ہیں اٹھاتے
(خوک: سور، سگ: کتا)

ستون (چشم بد دور) ہیں آپ دین کے
نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے

بہت لوگ بن کر ہوا خواہ امت — سفیہوں سے منوا کے اپنی فضیلت
سدا گاؤں در گاؤں نوبت بنوبت — پڑے پھرتے ہیں کرنے تحصیل دولت
(بیرون ملک)

یہ ٹھہرے ہیں اسلام کے رہنما اب
لقب ان کا ہے وارث انبیاء اب

باب نہم

زمانہ کی کروٹوں کے ساتھ اسلام کو بھی کروٹیں

اور

علماء بھی کروٹیں بدلتے ہوئے

ایک زمانہ تھا دُور کا نہیں ہمارے بچپن ہی کا دَور تھا کہ انگریزی لباس استعمال کرنے والے کو کافر قرار دینے والے علماء موجود تھے۔ ان کا استدلال اس حدیث پر تھا کہ جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی قیامت میں اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا۔ آہستہ آہستہ علماء نے اپنے فتودے اور خیالات میں ترمیم کی اور اپنی اولاد کو انگریزی لباس پہننے کی اجازت دیدی یعنی زمانہ کی کروٹ کے ساتھ کروٹ بدل گئے پھر ایک دَور تھا کہ انگریزی کا حاصل کرنا کفر قرار دیا گیا جب سرسیدؒ نے فلک کے ورق لٹنے اور زمانہ کی صدا بقول حضرت اقبالؒ سنی کہ

جب پیر فلک نے ورق ایام کا اُلٹا　ؔ　آئی یہ صدا پاؤگے تعلیم سے اعزاز

تو سرسید احمد خان نے علی گڈھ یونیورسٹی قائم کرنے اور مسلمانوں کے شعور کو بیدار کرنے کی کوشش کیں تو علماء نے ان کے خلاف کفر کے فتودے صادر فرما دیئے' انگریزی پڑھنا' پڑھانا کفر قرار دے دیا پھر ہمارے علماء کے مزاج میں بتدریج فرق آتا گیا۔ فتوے نرم ہوئے حتیٰ کہ غائب ہوگئے اب علماء کے بچے مشن اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں گویا علماء نے زمانہ کے ساتھ کروٹ بدل لی ورنہ وہ دَور تھا کہ بقول حضرت اقبالؒ

تو مری نظر میں کافر میں تری نظر میں کافر　ؔ　ترا دین نفس شماری میرا دین نفس گزاری!

تو بدل گیا تو بہتر کہ بدل گئی شریعت　ؔ　کہ موافق تدرواں نہیں دین شاہبازی!

۲۔ پھر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ریڈیو گھر میں رکھنے گانے سننے کے خلاف آوازیں اٹھیں کہ "ریڈیو غارت گر ایمان ہے" پھر لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے کے خلاف فتودے کا آغاز اور مباحث شروع ہوئے حتیٰ کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے سے آواز کا بدل جانا نماز کا قبول نہ ہونا اور پڑھنے والے کا جہنمی ہونے کا اعلان ہوا۔ آج ٹی وی کے خلاف علماء تقاریر بھی فرمارہے ہیں اور کتب

بھی لکھی جارہی ہیں لیکن آج ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمام علماء نماز لاؤڈ اسپیکر پر پڑھ رہے ہیں۔ ریڈیو ہر عالم کے گھر میں ہے اور ٹی وی البتہ علماء کے سامنے نہیں ان ہی کے گھر میں ان کے بیٹوں، بہوؤں کے حجروں میں رکھا مصروف بہ کار ہے گویا علماء میں زمانہ کو بدلنے کی طاقت نہیں رہی بلکہ زمانہ کا طاقت کے ہاتھوں علماء کروٹ بدلنے پر مجبور ہو گئے۔ کس قدر سچ فرمایا حضرت اقبالؔ نے۔

ترے دشت و در میں مجھ کو وہ جنوں نظر نہ آیا کہ سکھا سکے خرد کو رہ و رسم کارسازی!
نہ جدا رہے نوا گر تب و تاب زندگی سے کہ ہلاکیٔ اُمم ہے یہ طریق بے نوازی!

۳۔ ہمارے بچپن ہی کا دور تھا کہ نظام سرکار نے وظایف حاصل کرنے والوں کے لیے فوٹو داخل کرنے احکام صادر کیئے۔ خود میرے والد محترم قبلہ اور دیگر کئی علماء حضرت عبداللہ شاہ صاحب قبلہ اور علامہ حسام الدین فاضل نے تصویر کھینچوانے اور داخل کرنے سے انکار کر کے اللہ کے رزاق ہونے کا اعلان فرماتے ہوئے وظایف سے دست برداری کا فیصلہ کر لیا۔ آخر حکومت کو ان علماء کے آگے جھکنا پڑا اور احکام تصاویر داخل کرنے کے منسوخ ہوئے۔ آج ہر عالم کی تصاویر آئے دن اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں اور ٹی وی پر بھی علماء تشریف لاکر وعظ فرما رہے ہیں۔ حج کو جانے تک کیلئے تصاویر کا لزوم ہے۔ وظایف حاصل کرنے عورتوں کو تک تصاویر داخل کرنے علماء منع نہیں فرماتے بلکہ خود داخل کر رہے ہیں ـــــــ وہ حدیث جس کے راوی حضرت امیرالمومنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں کہ فرمایا رسولِ عربی مکی و مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرشتے (رحمت) کے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں تصویر۔ کُتّا۔ یا جنبی ہو (ابوداؤد) ـــ غضب خدا کا کہ مسلمانوں کے اردو اخبارات اپنے اخبارات میں یہ حدیث بھی شائع کرتے ہیں اور تمام تصاویر (بشمول فلم ایکٹرس کی تصاویر) بھی شائع کرتے ہیں تاکہ ان کے اخبارات جن گھروں میں جائیں وہاں رحمت کے فرشتے نہ آئیں۔ کرنسی پر تصاویر ہیں جنکو جیب میں رکھکر علماء تک نماز پڑھتے ہیں۔ مطلب یہی ہوا کہ علماء زمانہ کو کروٹ نہ دے سکے۔ زمانہ نے علماء کو کروٹ دیدی۔ حتیٰ کہ مسلمان بتلے سازی بت گری وبت فروشی کا پیشہ اختیار کر چکے ہیں۔ علماء ان دوکانات پر پہنچ کر انہیں منع نہیں کرتے جبکہ اللہ پاک فرماتے ہیں۔

علماء اور مشائخ انہیں گناہ کی بات بولنے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں روکتے تھے۔

(سورہ مائدہ ۔ پارہ ۶)

۴۔ حمل کا گرانا بچوں کی پیدائش کا روکنا از روئے قرآن علماء نے قتل قرار دے کر اللہ کے رزاق

ہونے کی یہہ دلیل دی تھی کہ بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے اور اسکا رزق بصورت دودھ ماں کی چھاتیوں میں آجاتا ہے۔ اب عالم اور صاحب ریش حضرات کا تو سوال ہی کیا، علماء کے ہاں بچوں کو روکنے آپریشن کروانے کا ریکارڈ عوام نے فراہم کرلیا ہے۔ یہاں بھی وہ زمانہ کو کروٹ نہ دے سکے بلکہ زمانہ کی طاقت کے ہاتھوں کروٹ بدل لی۔

۵۔ آج علماء بنک انٹرسٹ کے جائز اور ناجائز پر فتوے صادر کرنے میں مصروف ہیں۔ زمانہ ایک دن انہیں اس معاملہ میں بھی کروٹ بدلنے پر مجبور کردیگا۔ کس قدر حقیقت پر مبنی فرمایا حضرت اقبال نے

عشق دمستی کا جنازہ ہے تخیل ان کا ؛ ان کے اندیشۂ تاریک میں قوموں کے مزار!
موت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں ؛ زندگی سے ہنر ان برہمنوں کا بیزار!
چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقامات بلند ؛ کرتے ہیں روح کو خوابیدہ، بدن کو بیدار

ایک ہی سوال تصفیہ طلب } آیا مذہب اسلام میں زمانہ کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں؟
یا
مسلمانوں میں زمانے کو بدلنے کی سکت و طاقت نہیں؟

مائل بہ زوال دور کو مسلمان مائل بہ ترقی سمجھکر اپنے دنیوی آقاؤں کے پیچھے بھاگ رہا اور اپنے اعمال سے یہہ ثابت کررہا ہے کہ مذہب اسلام میں زمانہ کا ساتھ دینے اور رہبری کرنے کی صلاحیت نہیں۔ اگر وہ ایسا سمجھتا ہے تو اسے روکنے والا کوئی نہیں۔ حضرت عمرؓ کی تلوار اب تو ہے نہیں کہ مرتد کا سر اڑادے اسکو بقول حضرت اقبال اسلام خودساختہ ایجاد کرلینا چاہیئے کہ

مسکینی ومحکومی ونومیدئی جاوید ؛ جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کر ایجاد

اگر ایسا نہیں ہے بلکہ مسلمان قیامت کو برحق سمجھتا ہے اور اسلام کو قیامت تک کے لیے رہبری کرنے والا مذہب مانتا اور تسلیم کرتا ہے تو دنیوی آقاؤں کی غلامی سے آزاد ہوکر مکی و مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں عملی انداز سے آجانا چاہیئے جس سے مسلمان آفاق میں گم نہیں ہوجاتا بلکہ آپمیں وہ صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے کہ آفاق آپمیں گم ہوجائے۔ بیشک آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا قرآن غلامی کے طریقے نہیں سکھاتا بلکہ وہ پردین کی اسیری عطا فرماتا ہے مگر اس کے لیے تعلیمات قرآنی پر چل کر وحدت افکار کی ضرورت ہوتی ہے اور وحدت کی حفاظت کے لیے قوت بازو لاحق ہوتی ہے جب ہی مسلمان زمانہ کا رہبر بن سکتا ہے ورنہ اسے حق ہے کہ اپنے لئے بقول حضرت اقبال ایک خودساختہ اسلام ایجاد

کرے دنیا میں بھی وہ سیاہ رہتا ہے روز قیامت بھی خوار و سرنگوں - حکیم الامت فرماتے ہیں :

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے ؎ مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق
یہ غلاموں کا مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب ؎ کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت و بازو ؎ آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خدا داد
اے مرد خدا تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل ؎ جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد

اسلام سے اہل یورپ اور اب ان کے قائم مقام ہمارے برادران وطن کو ایسی کد و کدورت ہے کہ وہ اسلام کے تابندہ موتی کو جو فقر غیور کا گہر تاباں ہے اور خودی کی آب کا حامل ہے اسکو تعصب کے پردے آنکھوں پر ڈال رکھکر اور تنگ نظری کی عینک لگاکر اور گہر اسلام کی قدر و منزلت نہ جان کر خود تو گمراہ ہیں ہی نادان مسلمانوں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ یہ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں کا کام ہے کہ ان کی آنکھوں کے سامنے سے پردے اٹھائیں اور تنگ نظری کی عینک کو حقائق کی روشنی دیکھا کر نکال پھینکیں جن کی قسمت میں راہ راست پر آنا ہے آجائیں گے اور جنکے قلوب پر منجانب اللہ پاک مہریں لگادی گئی اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے گئے ہیں تو خیر مجبوری ہے۔ مگر سمجھانا تو علمائے دین کا فرض ہے۔ علامہ اقبال کی زبان ہی کر کہ اسلام کیا ہے۔

اسلام

روح اسلام کی ہے نور خودی نار خودی ؎ زندگانی کے لئے نار خودی نور و حضور!
یہی ہر چیز کی تقویم، یہی اصل نمود ؎ گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے مستور!

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اس دین کا ہے "فقر غیور"

مسلمانوں میں رہبر زمانہ بننے کی صلاحیت ختم ہونیکی وجوہات

جیسا کہ ہم بار ہا کہتے آئے ہیں مسلمانوں کے زوال میں مسلمانوں کی بلبل بازی، بٹیر بازی اور شاہان مغلیہ کی فیل بازیاں ہی کچھ کم نہ تھیں اب علماء بازیاں اس قوم کے لیے باعث تباہی اور زوال کی انتہا بن گئیں اور مسلمانوں کو زمانے کا رہبر بننے کے قابل نہ رکھا جبکہ علماء ہی آپس میں مسائل پر جھگڑنے لگے تو زمانہ کی رہبری کون کرے۔ ہم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پیش کرنے کی عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ رضی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوم بھی ہدایت پانے کے بعد گمراہ ہوتی ہے وہ صرف دین میں جھگڑنے کی وجہ سے گمراہ ہوئی ہے (امام احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

اللہ پاک قرآن مجید میں فرماتے ہیں

لَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (پارہ ۱۰۔ الانفال)

ترجمہ: "آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔"

ہمارے علماء کے آپس کے ٹکراؤ نے نوجوانوں کے دماغوں کو متاثر کرکے حالت انتشار کا شکار بنا دیا ہے۔ علماء کی اس بحث و تکرار سے تنگ آکر علامہ اقبال نے ایک انداز سے سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اگر اللہ پاک کی رحمت جوش میں آکر ایسے علماء کو جو بحث و تکرار میں زندگی گزارتے ہیں جنت میں جانے کا حکم دیدیں تو وہ بعد ادب عرض کرینگے۔

حق سے جب حضرت مُلا کو ملا حکم بہشت ؎ میں بھی حاضر تھا وہاں ضبط سخن کر نہ سکا
خوش نہ آئیں گے اسے حور و شراب و لب کشت ؎ عرض کی میں نے الٰہی میری تقصیر معاف
بحث و تکرار اس اللہ کے بندے کی سرشت ؎ نہیں فردوس مقام جدل و قال و اقوال
اور جنت میں نہ مسجد نہ کلیسا نہ کنشت ؎ ہے بد آموزی اقوام و ملل کام اس کا

کئی مواقع آتے ہیں علماء دین کے لیے کہ اجتہاد کے ذریعہ امت ہی نہیں بلکہ زمانہ کی قیادت امامت و رہبری کرنی پڑتی ہے۔ اجتہاد کرنے کی صلاحیتیں آج کس حد تک موجود ہیں اس بارے میں کن کن ڈگریوں کی ضرورت رہبری اور امامت کرنے لاحق ہوتی ہیں اور کون کون سے اسباق ازبر کرنے پڑتے ہیں۔ امامت کا انداز کیا ہونا چاہیے اور امامت و رہبری کرنے والے کو کس معیار پر فائز رہنا چاہیئے اور دھدی برحق کس مقام کا حامل ہو علامہ اقبال ان سب پر روشنی اس طرح ڈالتے ہیں۔

زمانہ اور قوم کی امامت اور رہبری کرنے کیلئے معیار قابلیت ڈگریاں اور نصاب

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا ؎ سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا

امامت کرنے کے انداز اور امامت کرنے کیلئے قلب و نظر کی بلندیاں

حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے ؎ تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے ؎ ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق

موت کے آئینے میں تجھکو دکھا کر رخِ دوست ؛ زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں ترا لہو گرما دے ؛ فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنۂ ملت بیضا ہے امامت ان کی ؛ جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے (علامہ اقبال)

اجتہاد — آج کا دورِ غلامانہ ذہن

ہند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے سیکھے ؛ نہ کہیں لذتِ کردار نہ افکارِ عمیق
حلقۂ شوق میں وہ جرأتِ اندیشہ کہاں ؛ آہ! محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق
خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ؛ ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!
اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی ؛ کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی!
قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے ؛ خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن
خدا کرے کہ اتفاق ہو مجھ سے ؛ فقیہ شہر کہ ہے محرم حدیث و کتاب
تاثیر غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم ؛ اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجمی لے!

اجتہاد کیلئے کس مقام پر فائز ہونا چاہئیے

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے ؛ افلاک منور ہوں ترے نورِ سحر سے!
خورشید کرے کسبِ ضیا تیرے شرر سے ؛ ظاہر تری تقدیر ہو سیمائے قمر سے!
دریا متلاطم ہوں تری موجِ گہر سے ؛ شرمندہ ہو فطرت ترے اعجازِ ہنر سے!

اجتہاد کے لئے بیداری قلب کی ضرورت

دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراری ؛ مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک ؛ نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری!
مشام تیز سے ملتا ہے صحرا میں نشاں اس کا ؛ ظن و تخمین سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری

دلِ بیدار نرم نرم گدّوں اور صوفوں اور قالین پر بسیرا کرنے سے حاصل نہیں ہوتا علماء تو نائبِ رسول ہوتے ہیں یعنی دین کے شاہین بقول حضرت اقبال دلِ بیدار مصائب اٹھانے اور چٹائی پر سونے سے حاصل ہوتا ہے۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر ؛ تو شاہین ہے! بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر
جب ظاہر ہوتی ہے اسلام کی شان اور اجتہاد کی صلاحیتیں :-

باب دہم

بنک انٹرسٹ اور ہمارے علمائ

بنک اور بنک کے سود کے بارے میں علامہ اقبال نے سنہ ۱۹۰۵ء تا سنہ ۱۹۰۸ء تحصیل تعلیم کے دوران یورپ کو دیکھا تو بال جبریئل میں فرمایا کہ

رعنائی تعمیر میں، رونق میں صفا میں ؛ گرجوں سے کہیں بڑھ کر ہیں بنکوں کے عمارات!
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے ؛ سود ایک کا لاکھوں کیلئے مرگ مفاجات!

یہہ علامہ اقبال کا اسوقت کے حالات کے تحت مطالعہ کرنے کے بعد ایک ذاتی خیال تھا جبکہ بنک قومیائے نہ گئے تھے ہمارے بچپن ہی میں پتھر گٹی پر واقع رگھوناتھ بنک کا دیوالیہ نکل جانے پر کئی لوگوں کا سرمایہ ڈوب گیا تھا اب بنک قومیائے جاچکے ہیں، دیوالیہ نکلنے اور سرمایہ کے ڈوبنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر مندرجہ بالا اشعار علامہ اقبال کا فتویٰ نہیں کہلائے جاسکتے چونکہ ضرب کلیم میں علامہ اقبال اپنے بارے میں عالم اسلام پر نظر رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں فقیہ ہونے کا نہیں بلکہ صاف صاف فرمارہے ہیں ۔

میں نہ عارف، نہ مجدد، نہ محدث نہ فقیہ ؛ مجھکو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں مگر عالم اسلام پہ رکھتا ہوں نظر ؛ فاش ہے مجھ پر ضمیر فلک نیلی فام

حضرت اقبال جب اپنے آپ کو فقیہ ہی نہیں سمجھتے تو فتویٰ کیسے صادر فرماتے، ہاں اظہار رائے بہ حالات حاضرہ فرمائے ہیں۔

اب یہاں صرف یہہ سوال ہے کہ آیا بنک میں رقم رکھلانے پر جو زائد رقم ملتی ہے وہ سود ہے یا منافع چونکہ یہہ رقم بنک کاروبار میں مشغول کرتی ہے بہرصورت یہہ فتویٰ صادر کرنا علمائے کرام کا کام ہے اب رہا سود کے تعلق سے اللہ پاک قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں ۔

(۱) اللہ سود کو گھٹاتا اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور جتنے ناشکرے ہیں (جو) کہنا نہیں

مانتے اللہ ان سے راضی نہیں (پارہ ۳ سورہ البقرہ)

(۲) اور جو لوگ سود کھاتے ہیں (بروز محشر) کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر ان کا کھڑا ہونا ایسا کھڑا ہونا ہوگا جن کو شیطان نے (اپنی) جھپٹ سے مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔ (پارہ ۳ سورۃ البقرہ)

(۳) مسلمانو! سود (سود مرکب) نہ کھاؤ (جو اصل میں مل کر) دگنا چوگنا ہوتا چلا جائے اور اللہ سے ڈرو عجب نہیں (روز حساب) تم فلاح پاؤ (پارہ ۴: سورہ آل عمران)

پس معلوم ہوا کہ صرف روپیہ کسی بغرض ضرورت و پریشانی دیکر اس پر رقم لیجائے وہ سود ہے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور دینے والے اور گواہ دینے والے اور اس کے لکھنے والے ہر ایک پر لعنت بھیجی ہے اور سب گناہ میں برابر ہیں۔ اس حدیث کے راوی حضرت جابرؓ ہیں۔ (رواہ مسلم)

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی۔ میرا گزر ایک ایسے گروہ پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح ہیں اور ان میں سانپ پھرتے ہوئے باہر سے نظر آرہے ہیں۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ سود خور لوگ ہیں۔ (مسند احمد)

وہی روپیہ اگر قرض حسنہ دیا جائے تو اس کے بڑے نیکیاں بتلائے گئے ہیں۔ مگر یہ کام صرف صاحب استطاعت لوگ کر سکتے ہیں۔ اور گزر اوقات کرنے والے اسی روپیہ کو تجارت میں لگائیں اور اس سے جو منافع ملے وہ جائز ہے چنانچہ قرآن حکیم میں اللہ پاک فرماتے ہیں:

(۱) بیع کو اللہ نے حلال کیا اور سود کو حرام (پارہ ۳ سورہ البقرہ)

(۲) (اے نبیؐ) فرما دیجئے کہ اللہ تو بے جا کام کی اجازت نہیں دیتا (پارہ ۸ الاعراف)

(۳) (اے اللہ کے رسولؐ فرما دیجئے کہ میرے رب نے تو ٹھیک (یعنی بجا اور صحیح کام کا ہی) حکم فرمایا ہے (پارہ (۸) الاعراف)۔

پس پتہ چلا کہ روپیہ دیکر منافع میں اصل کے ساتھ زائد رقم لینا سود ہے اور حرام، برخلاف اس کے روپیہ سے اشیاء خرید کر اسکو مع منافع کے فروخت کر کے یعنی روپیہ کو تجارت میں مشغول کر کے اصل اور منافع کا حاصل کرنا جائز ہے اور حلال۔ مگر ہر چیز اپنے حدود میں رہ کر جائز رہتی ہے اور حدود سے نکل کر یا حیثیت بدل کر جائز ناجائز میں اور ناجائز جائز میں تبدیل (از روئے احکام الہی) ہو جاتی ہے چند مثالیں پیش ہیں۔

(۱) تجارت جائز مگر جہاں تاجر حد سے نکل گیا یہی تجارت ناجائز اور باعث وبال۔ دیکھو فرامین آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم۔

(الف) حضرت عمر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تاجر احتکار کرے یعنی غلہ اور دیگر ضروریات زندگی کا ذخیرہ (عوام کی ضرورت کے باوجود مہنگائی کیلئے محفوظ کرلے) وہ خطاکار وگنہگار ہے (صحیح مسلم)

(ب) عبید اللہ بن زماعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دال حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے سنکر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- تاجر قیامت کے دن بدکار اٹھائے جائیں گے۔ سوائے ان خدا ترس اور خدا پرست تاجروں کے جنھوں نے اپنی تجارت میں تقویٰ نیکی اور حسن سلوک اور سچائی کو برتا ہوگا۔ (ترمذی)

دیکھا آپ نے وہی تجارت حلال تھی حدود سے نکل کر حرام اور باعث وبال بن گئی آئیے اور دیکھتے ہیں ہیت کے بدلنے اور حد پار کر جانے سے حلال حرام اور حرام حلال کیسے ہوتا ہے۔؟

(۲)۔ غلاظت ناپاک، ہیئت بدل کر جب کھاد بن جاتی ہے تو باغوں اور کھیتوں میں دی جاتی اور یہہ درخت اور پھل میں سرایت کر کے پھل اور اناج کی سرسبزی اور شادابی کا باعث بنتی ہے اور یہہ اناج اور پھل سبزی جائز ہوجاتے ہیں۔

(۳) قئے ظاہر ہے کہ نہ صرف ناجائز بلکہ باعث کراہیت ہے مگر جب شہد کی مکھی پھولوں کا رس چوستی اور اسکو شہد بناکر قئے کرتی ہے تو از روئے قرآن یہہ جائز اور موجب شفاء ہے۔

(۴) ایک جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جائز اور بغیر اللہ کے نام سے کاٹا جائے تو مردہ ہوجائے گا اور ناجائز۔

(۵) وہی فعل جنابت جو ایک مرد اور عورت بعد نکاح کرتے ہیں جائز اور داخل عبادت۔ اور وہی فعل جنابت جو بغیر نکاح کے کیا جائے ناجائز اور زنا بن کر موجب سیاہی اور جہنمی بنا دینے کا باعث۔

(۶) اللہ پاک نے انسان کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔ ہم نے تم کو پانی کے ناپاک قطرہ (نطفہ) سے پیدا کیا، عورت کو جب حیض آئے تو وہ حیض کا خون ناپاک اور لائق کراہیت اور عورت نماز اور روزہ کے قریب نہیں جاسکتی حتیٰ کہ انتہا یہ کہ پاک حالت میں رہ کر میاں بیوی جنابت کرتے ہیں۔ اخراج مادہ کے ساتھ وہ ناپاک ہوجاتے ہیں اور جنبی کہلاتے ہیں اور جب تک غسل کر کے پاک نہیں ہوجاتے رحمت کے فرشتے از روئے حدیث شریف اس گھر میں نہیں آتے۔

لیکن جب اسی ناپاک پانی سے نطفہ قرار پاتا اور حیض کے ناپاک خون سے پرورش پاکر بصورت طفل عالم وجود میں آتا ہے تو بعد غسل پاک ہی نہیں بلکہ اشرف المخلوقات اور اللہ کا نائب قرار پاتا کبھی نبی رسول کے روپ میں اجاگر ہوا کبھی صدیقین، شہدا اور صالحین کے مقامات پر فائز ہوا ۔ دیکھا آپ نے تغیرات کا اثر ـــــــ

طور بیت المال

طور بیت المال جس کے لئے چندہ یا حصص کے لئے علماء اعلان ہر وقت فرماتے ہیں ۔ یہ رقم کم از کم ماہانہ دو روپے ہوتی زیادہ کی حد نہیں ۔ اسمیں سے نصف رقم دو سال یا ایک مدت کے بعد قابل واپسی بھی ہے ۔ اس ادارہ طور بیت المال کی تنظیم دیکھکر اور اس دفتر میں مسلمان صاحبین کو برسر روزگار دیکھکر دل باغ باغ ہوجاتا ہے ۔ بموجب اعلان بیت المال قرضہ حسنہ کی اجرائی نادار لڑکیوں کی شادی اور نادار مسلمانوں کی تجہیز و تکفین کے فرائض انجام دینا واقعی قابل فخر اور قوم کے لئے ایک نیک شگون ہے ۔ اب تو ایک شاندار عمارت بھی تعمیر ہوچکی ہے مگر ہم بہ نظر غائر جائزہ لیتے ہیں تو جو امداد نادار لڑکیوں کی شادی میں پانچسو روپے (۵۰۰) روپے کی صورت میں دیجاتی ہے اس سے کوئی فائدہ نظر نہیں آیا ۔ چونکہ یہ رقم لیکر بھی لوگ گھر گھر مانگتے پھرتے ہیں ۔ ہم نے ان سے پوچھا بیت المال سے مدد ملتی ہے لیتے کیوں نہیں ؟ جواب ملا "مدد لی ہے پانچسو سے کیا ہوتا ہے" مسلمان نادار ہوکر بھی اسلامی سادگی کی طرف مائل ہونے تیار نہیں بلکہ اسراف کو شیوہ حیات بنائے جی رہے ہیں ۔ کاش ! بیت المال بجائے کئی نادار لڑکیوں کی شادی میں پانچسو روپے کی مدد دینے کے صرف چند لڑکیوں کی شادی کی مکمل ذمہ داری لیکر اپنی ہی عمارت میں مراسم شادی انجام دے تو یہ امداد دینے سے بہتر ہوگا ـــ خیر ـ یہ تو ضمنی بات ہوئی ـــــــ اصل امر جسکی جانب ہمیں توجہ دلانی ہے وہ ہے بیت المال کے قرض حسنہ دینے کا دعویٰ ـــ قرض حصص کی کفالت یا اشیاء مکفول رکھلانے پر دیا جاتا ہے ۔ اور تا ادائی قرضہ فی صد دو روپیہ حصص لینے پڑتے ہیں ۔ یعنی ہزار قرضہ کوئی لے تو بیس ۲۰ روپے رقم حصص ماہانہ ادا کیا کرے اگر دو ہزار تو چالیس ۴۰ روپے حصص کے ماہانہ ادا کرے ۔ آج سے دس سال قبل ہم نے معتمد صاحب بیت المال سے اس سلسلہ میں استفسار کیا تھا کہ اس دو روپیہ فی صد حصص کو دو فیصد سود کیوں نہ سمجھا جائے تو جواب ملا ـــ دفتر کے اخراجات کے لئے یہ لینا ضروری ہے ۔ آپ اسکو حصص کیوں نہیں سمجھتے ۔ اس سلسلہ میں فتوی دینا علماء کا کام ہے جو اعلان بیت المال میں چندہ دینے کا فرماتے ہیں یہی رقم بنک سے لے تو سود اور بیت المال اگر حاصل کرے تو رقم حصص، بقول حضرت اقبالؒ ـ

خرد کا نام جنوں رکھدیا جنوں کا خرد ☆ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جب حضرت مند پریشان حال حضرات بکفالت اشیاء قرض لیتے ہیں اور ادا نہیں کر پاتے تو ان میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں (۱) لاپرواہی سے قرضہ ادا نہ کرنے والے (۲) بصورت مجبوری قرضہ ادا نہ کرسکنے والے قرضہ مدت معینہ تک ادا نہ ہوسکنے کی صورت میں ان اشیاء کا پہلے قرض کنندہ کو نوٹس دینے کے بعد نوٹس ذریعہ اخبار اشیاء کے ہراج و نیلام ہونے کے شائع ہوتے ہیں کہ سامان ہراج کر دیا جائے گا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سامان نہیں بلکہ قوم کی عزت ایک مسلم ادارہ نیلام کرنے تاریخ مقرر کر رہا ہے اور آخر نیلام ہو جاتا ہے یا قوم کی عزت نیلام ہو گئی جو بالکل ناداری کی وجہہ سے رقم ادا نہیں کر پاتے۔ ان کے لئے بیت المال یا قوم ایثار کا مظاہرہ نہیں کرتی اس کی عزت بر سر بازار بعد طبع اشتہار نیلام کر دیجاتی ہے اور یہہ کام بنک یا مہاجن کرے تو لائق مذمت۔ بقول حضرت اقبال۔

ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

جب مسلم قوم کا سامان منجانب بیت المال نیلام ہوتا رہتا ہے تو حضرت اقبال کی یاد آتی ہے کہ

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر ؎ لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما ؎ لے کے آئی ہے مگر تیشہ فرہاد بھی ساتھ
وہ شعلہ روشن ترا ظلمت گریزاں جس سے تھی ؎ گھٹ کر ہوا مثل شرر تارے سے بھی کم نور تر

جب دو روپیہ حصص فی صد لینے کا بوقت نیلام اشیاء خیال آتا ہے اور بیت المال کی شاندار جدید عمارت کو ہم دیکھتے ہیں تو حضرت اقبال کی یاد دل کو گدگداتی ہے کہ

رعنائی تعمیر میں رونق میں صفا میں ؎ گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کے عمارات!
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے ؎ سود ایک کا لاکھوں کیلئے مرگ مفاجات!

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بنک سسٹم نہ تھا اب اسکے تعلق سے اجتہاد کی ضرورت ہے اور یہہ کام علماء کا ہے کہ تبدیلیوں اور بنک کے طریقہ اور تعزیرات کی بناء پر اس کی حاصل شدہ رقم سود کی تعریف میں آتی ہے یا منافع کی؟

اس وقت ہمارے سامنے ہر دو مکتب خیال علماء کے بنک انٹرسٹ کے جائز اور ناجائز ہونے کے فتوے موجود ہیں۔ ہم پر ہر دو مکتب خیال علماء کی عزت کرتے ہیں۔ مگر اس اپنے ناچیز خیال کو ظاہر کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ فتو دے دے کر علماء بری الذمہ نہیں ہو جاتے۔ ایک ہوتا ہے فتویٰ دوسرا ہوتا ہے تقویٰ ـــــ امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ کے پاس ایک شخص ایک فتویٰ پوچھنے آیا کہ کس قدر غلاظت کپڑے پر لگی ہو تو نماز پڑھی جاسکتی ہے اور کس قدر مقدار میں ہو تو صفائی

لازم ہے۔ آپ نے مقدار بتلا کر فتویٰ دیدیا۔ ایک دن وہ شخص مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ برائے نام غلاظت آپ کے کپڑے پر لگی تھی اور آپ رگڑ رگڑ کر صاف فرمارہے تھے۔ اس شخص نے آپ سے دریافت کیا۔ آپ کا قول ایک رہتا ہے اور عمل ایک۔ آپ نے اس سلسلہ میں مجھ سے کیا کہا تھا؟ حضرت امام اعظم رح نے جواب دیا تم نے فتویٰ پوچھا تھا فتویٰ دیا وہ فتویٰ تھا اور یہ تقویٰ ہے۔

چند عالم نے بنک انٹرسٹ کو جائز قرار دیا اور فرض کیجئے کہ دوسرے عالموں نے فرمایا بنک انٹرسٹ از روئے فتویٰ جائز ہے مگر از روئے تقویٰ احتیاط برتنے کے لائق ہے تو قوم میں انتشار تو پیدا نہیں ہوگا۔ چند علماء جائز قرار دیں دوسرے ناجائز قرار دیں (۱) ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں۔ (۲) ربا کی تعریفات" ربوا" کے اقسام میں مسائل کو الجھا کر بنک انٹرسٹ جائز قرار دینے والے علماء کو گرانے کی کوشش کی جائے تو قوم میں انتشار کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔

چلئے قوم نے تسلیم کرلیا کہ ہر دو مکتب خیال کے علماء نفاق سے بالاتر ہیں اور حسن نیت کے تابع فتوے صادر فرمارہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے جیسا کہ تفصیل سے عرض کیا گیا' ہماری قوم ہر میدان میں "اکل حلال" سے محروم ہوکر رہ گئی ہے تو پھر بحث بنک انٹرسٹ پر کیوں ہورہی ہے۔ بقول

کسی نے اونٹ سے پوچھا تری گردن میں کیوں خم ہے
تو بولا کونسا اعضاء مرا شمشاد سے کم ہے

ہمارے علماء کو تو ہر میدان میں قوم کو اکل حلال کھانے کی ضرورت پر زور دینا ہے جیسا کہ اللہ پاک پارہ ۶، سورہ مائدہ میں فرمارہے ہیں۔

"علماء اور مشائخ انہیں گناہ کی بات بولنے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں روکتے تھے"

ان حالات میں علماء پر فرض عین عائد ہوتا ہے کہ بنک کے مسلمان ملازمین' آبکاری کے مسلمان ملازمین' عدالت کے مسلمان ملازمین ایڈوکیٹ اور مسلمان جج جو سود کے فیصلہ صادر کررہے ہیں ترک ملازمت کی ترغیب دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں قدم اٹھائیں۔ تاریخ بتلاتی ہے، مدینہ تشریف لانے کے بعد آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس تعمیر مسجد نبوی میں شرکت فرمائی۔ مسجد کے شمالی سرے پر صفہ یعنی ایک سائبان والا چبوترہ بھی تعمیر فرمایا اسکو قدیم مورخین ظلہ کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ یہ مقام تعلیم و درس تھا اور نادار اصحاب کی جائے رہائش بھی۔ ان نادار بے روزگار لوگ یہاں رہتے ان کے کھانے کی ضروریات کی تکمیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ صاحب ثروت حضرات ان لوگوں کی دعوتیں

کرتے پیٹ بھرنے کے تدابیر میں مصروف رہتے تھے۔ ایک مرتبہ مال غنیمت میں چند کنیزیں اور غلام آئے۔ لختِ جگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خاتون جنت رضی نے ایک کنیز بصورت مجبوری اپنی کمزوری اور گرتی صحت کی بنا پر اپنے والد محترم سے طلب فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا میں ابھی اہل صفہ کی ضروریات کی تکمیل نہیں کر پایا۔ ان کی ضروریات تم سے اہم ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی، خضر بن قیس غفاری رضی حضرت ابوہریرہ رضی جیسے جلیل القدر نادار صحابہ اصحاب صفہ میں شامل تھے۔

حضرت ابن قیس غفاری رضی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ارشاد گرامی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہوا۔ اصحاب صفہ کو صاحب استطاعت صحابہ آج اپنے گھر لیجائیں اور ان کی ضیافت کریں۔ ہر صاحب حیثیت صحابی رضی نے اپنی قوت کے مطابق ایک ایک کو ساتھ لیا حتیٰ کہ پانچ افراد بچ گئے۔ ساقی کونین صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے گھر لے آئے اور حضرت عائشہ رضی سے فرمایا "اے ابوبکر کی بیٹی حمیرا! ہم کو کھلاؤ پلاؤ"۔ تعمیل حکم میں دلیہ سے ملتا جلتا کھانا حضرت ام المومنین عائشہ رضی نے پیش کیا۔ آخر میں ایک پیالہ دودھ آیا، پانچ اصحاب نے نوش فرمایا اس کے بعد آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور حضرت عائشہ رضی (مسلمانوں کی ماں جن پر تمام مسلمانوں کی جانیں قربان) کے پاس نام اللہ باقی تھا ۔ نام اللہ لیا اور سو گئے۔

ہمارے علماء سنت کی پیروی کی نصیحت فرماتے ہیں وہ بھی بہ نفس نفیس اپنے ہاتھوں سے قوم کے لئے ایک صفہ یا ایک مکان ہی تعمیر فرمائیں اپنی جائیداد دولت سب اس کام کے لئے صرف کرکے پیدل سنت رسول میں تبلیغ کے لئے نکلا کریں اور تمام اکل حلال سے محروم طبقات جو بنک، آبکاری، عدالت میں ملازم ہیں اور ایڈوکیٹ مسلمان جنٹس کو وہاں جمع فرمائیں اور سرود حلال کی لذت سمجھائیں یا کم از کم انصار کی پیروی میں نصف جائیداد ان اکل حلال سے محروم لوگوں کو دیکر انہیں ناجائز رزق کھانے سے علامہ اقبال کی زبان میں سمجھائیں۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی ؛ جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

فرمانِ مبارک ہے ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جس کی روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے آقائے روشن ضمیر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی (مسلمان) تم میں سے کوئی خلافِ شرع بات دیکھے تو لازم ہے کہ اگر طاقت رکھتا ہے تو اپنے ہاتھ سے (یعنی زور و قوت سے) اسکو بدلنے اور درست کرنے کی کوشش کرے اور اگر اسکی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر اپنی زبان ہی سے اسکو بدلنے کی کوشش کرے اور اگر اسکی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے دل سے ہی برا سمجھے

اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔ (مسلم ۔ معارف الحدیث)
علماء جو ختم المرسلین صلعم کے نائب ہوتے ہیں۔ ان کا تو ایمان کا ضعیف ترین درجہ نہیں بلکہ قوی ترین درجہ ہوتا ہے۔ جب علماء اکل حلال کھانے تلقین فرمائیں اور حرام کی کمائی سے لاکھیں تو مسلمان دوسرا راستہ نہ پاکر فاقوں میں مبتلا ہوجائے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ خود پر شکم ہوکر علماء کھائیں، لباس فاخرہ استعمال فرمائیں، موٹروں میں پھریں۔ ہوائی جہازوں میں اڑیں۔ بیٹیوں کی شادی خاتون جنت رضی کی شادی کے نمونہ پر ترک کے ہزارہا روپیہ خرچ کردیں اور مسلمان بھائی فاقہ کشی کرے جبکہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے راوی انس رضی اللہ عنہ، ہیں کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)
پھر ایک اور فرمان ہے جس کے راوی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، ہیں کہ فرمایا تمام مسلمان ایک آدمی کے جسم کے مانند ہیں اگر اسکی آنکھ درد ہوگی تو سارا جسم درد ہوگا اور اگر اس کا سر درد ہوگا تو سارا جسم درد ہوگا پھر ایک اور فرمان ہے۔ جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ہیں کہ فرمایا ہادی روشن ضمیر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے عمارت کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت دیتا ہے پھر حضور نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمایا۔ (بخاری)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام علامہ اقبال مندرجہ بالا احادیث کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں۔

قوم گویا جسم ہے افراد ہیں اعضائے قوم ؎ منزل صنعت کے راہ پیما ہیں دست و پائے قوم
مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ ؎ کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

ہم نے اللہ پاک کے احکام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور صحابہ (انصار) کا طرز عمل پیش کیا اور عرض کیا کہ ایک مکان صفہ کے طرز پر تعمیر کریں (۲) انصار کی طرح نصف جائیداد اکل حلال سے محروم مسلمان بھائیوں کو دیکر انہیں اکل حلال پر راغب کریں آخری ایک صورت اور تحریر ابوالکلام آزاد نے جو بتلائی ہے کہ اجتماعی زکواۃ نکال کر ایک جگہ جمع کیجائے۔ یہ مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریر شب روز ڈائری ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی ہے۔ بقیہ ہم بغرض رہنمائی علماء پیش کرنے کی عزت وسعادت حاصل کررہے ہیں کہ کم از کم یہ طریقہ اختیار کرکے اکل حلال کھاتے پر حرام کھلانے والوں کو لگائیں ورنہ صرف فتوے اور قابلیت کا لوہا منوانا اور گفتار کے لیے بقول مولانا مفکر اسلام ابوالاعلیٰ مودودی فلسفہ بگاڑنا قوم کو سدھار نہ سکے گا اور علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق بن جائے گا کہ :۔

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

اب مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریر درج کی گئی ہے ملاحظہ ہو۔

زکوٰۃ کا اجتماعی نظم

برادرانِ عزیز! یقین مانو کہ تم میں سے جو لوگ زکوٰۃ نکالتے ہیں وہ اسلامی احکام کے مطابق نہیں نکالتے، وہ ان لوگوں کے برابر ہیں جو زکوٰۃ نہیں نکالتے۔ تمہاری زکوٰۃ کی رقمیں برباد ہو جاتی ہیں۔ اسلام نے زکوٰۃ کی رقموں کو اجتماعی طور سے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور تم انفرادی ہاتھوں سے خرچ کر رہے ہو۔ اسلام کا حکم، صحابہ کا عمل اور تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ زکوٰۃ کی رقمیں اجتماعی طور سے خرچ ہونی چاہئیں۔ **انفرادی طور سے خرچ** کرنے کی بدعت خلفائے راشدین کے بعد سے شروع ہوئی۔

بعض لوگ یہ عذر لاسکتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں ہے مگر یہ عذر بھی بے لنگ ہے کیونکہ تم فضول، لغو اور غیر اسلامی کاموں کے لیے تو انجمنیں بناتے رہتے ہو، کیا ایک اسلامی کام کے لیے ایسی انجمنیں نہیں بنا سکتے؟

کاش زکوٰۃ کے فوائد سمجھانے کے لیے میں اپنا دل چیر کر تمہارے سامنے رکھ دوں اور تم اس کی رگوں کو پڑھ سکو۔ میں بالکل یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر مسلمان اسلام کے اور اصولوں کی پابندی نہ کریں اور صرف زکوٰۃ کے اصول پر پابند رہیں جب بھی ان کی حالت بہت جلد بدل سکتی ہے۔ اگر تم نے زکوٰۃ کی رقموں کو اجتماعی طور سے خرچ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو یقیناً ۲۴ گھنٹے کے اندر تمہاری حالت کیسے سے کیا ہو سکتی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

ڈالی گئی جو فصل خزاں میں شجر سے ٹوٹ ؎ ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے

ہے لازوال عہد خزاں اس کے واسطے ؎ کچھ واسطہ نہیں ہے اسے برگ و بار سے

ہے ترے گلستاں میں بھی فصل خزاں کا دور ؎ خالی ہے جیب گل زر کامل عیار سے

جو نغمہ زن تھے خلوت اوراق میں طیور ؎ رخصت ہوئے ترے شجر سایہ دار سے

شاخ بریدہ سے سبق اندوز ہو کر تو ؎ ناآشنا ہے قاعدۂ روزگار سے

ملّت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

(علامہ اقبال)

باب یازدہم

کیا صرف مسئلہ سود اور پرسنل لا ہی اسلام ہے؟

اسلام ایک مکمل مذہب ہے اور زندگی کے ہر شعبہ پر اسکے احکام بصراحت موجود ہیں۔ جہاں وہ ایک طرف اللہ اور اس کے رسول کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے وہیں بندگانِ خدا کے حقوق کی ادائی کا بھی حکم صادر کرتا ہے۔ صدق مقال اکل حلال کے ساتھ اندازِ حکمرانی کے احکام بھی نافذ کرتا ہے جرائم سرزد ہونے کی صورت میں مکمل قانون تعزیرات یعنی چوری زنا شراب نوشی بہتان تراشی وغیرہ کے تعلق سے مکمل احکام شریعت موجود ہیں اسی طرح وارث اور نکاح وطلاق کے احکام جو پرسنل لا کہلاتے ہیں - اب ہیں بحث رہ گئی ہے تو پرسنل لا ہی قائم و باقی رکھنے سے رہ گئی ہے یا کبھی کبھی ایک آدھ مسئلہ بطور مشغلہ اٹھانے سے مثلاً بنک انٹرسٹ جائز یا ناجائز ——— چند بدنصیب مسلمان کہلانے والے بادشاہوں نے بقول حضرت اقبال

تاریخ اُمم کا یہ پیام ازلی ہے ؎ صاحب نظراں! نشہ قوت ہے خطرناک

کے تحت اسلامی احکام میں تبدیلیاں کردیں۔ چاہے وہ کافر اعظم اکبر کا دورِ اکبری ہو کہ دورِ آصفجاہی ہو کہ دورِ فرنگی یا آج کا دورِ جمہوری جہاں ہر شخص کو اپنے مذہب کے احکام کے تحت چلنے کی آزادی ہے" کا دستور مدوّن کیا گیا ہے۔ ہر دور میں مسلمانوں کے لئے مکمل احکام شریعت کے نفاذ کے لیے صدا حق بلند کرنا علماء دین کا فرض منصبی ہے جو خاتم الانبیاء کے جانشین ہیں۔ ہمارے علماء پر حکومت سے نہ صرف پرسنل لا کی بحالی کے لیے مطالبہ کا فرض عین عاید ہوتا ہے بلکہ مسلمان چوری زنا اور شراب نوشی وغیرہ کے جرائم کا مرتکب ہو تو احکام شریعت لاگو کرنے کا مطالبہ کرنے جدوجہد کرنے کا بھی فرض عین علماء پر عائد ہوتا ہے۔ علماء نائب رسول ہیں وہ زمانہ کے ساتھ کروٹ نہیں بدل سکتے بلکہ زمانے کو احکام الٰہی کے تحت کروٹ بدلنے پر مجبور کرکے نائب رسول ہونے کا ثبوت دینا بھی ان کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری ؎ کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے ؎ کبھی کرتی نہیں ملّت کے گناہوں کو معاف

ہمیں مکمل احکام شریعت مسلمانوں پر نافذ کرنے حکومت سے لڑنا ہے

صرف مسئلہ سود اور پرسنل لاء ہی کا نام اسلام نہیں

ہمیں مکمل احکام شریعت کا نفاذ مسلمانوں پر نافذ کروانے حکومت سے ڈرنے کی ضرورت نہیں بلکہ بالکل بے خوف ہو کر صرف خوف خدا رکھکر حکومت سے لڑنے کی ضرورت ہے اسکے لئے آئینی وقانونی جنگ اس بنیاد پر کر "جمہوریت میں دستور کے تحت اپنے احکام مذہب پر چلنے کی ہر شخص کو اجازت ہے" ہمیں لڑنے کا حق ہے۔ اس جنگ کے لیے جان کی بازی بھی لگانی پڑے تو موت سے بے خوف ہو کر آبا کی طرح سر بکف ہو جانے کی ضرورت ہے جیسا کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ مسلمان موت سے اس قدر ڈرنے لگا ہے کہ خوفِ خدا بھی اس کے قلب و ذہن میں نہ رہا۔ ایک پہلے کا مسلمان تھا اور آج ہم ہیں

جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر تھا ؎ تمہیں موت کا ڈر ہے اسکو خدا کا ڈر تھا

ہو اگر خودنگر و خودگر و خودگیر خودی ؎ یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

مصلحتاً کہہ دیا میں نے مسلماں تجھے ؎ تیرے نفس میں نہیں گرمی یوم النشور

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ ؎ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات کشمکشِ انقلاب

"پس قیامت شو قیامت را ببیں ؎ دیدن ہر چیز را شرط است ایں"

ترجمہ: تو (احکام الٰہی کے تحت) قیامت بن کر بپا ہو جا تو خود قیامت یعنی انقلاب حسنہ کو دیکھے گا۔ ہر مقصد کو حاصل کرنے کی یہی شرط ہے یعنی قیامت خیز انداز سے انقلاب و تبدیلیاں لانے کھڑا ہو جائے۔

قرآن پاک میں حکم باری تعالیٰ ہو رہا ہے۔

"وہ اللہ پاک ہی کی ذات ہے جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر صاف واضح آیات نازل فرماتی ہے۔ تاکہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں لے آئے" (سورہ الحدید رکوع ۱ پارہ ۲۷)

اور آگے دیکھئے اللہ پاک کیا فرماتے ہیں۔

(۱) وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْن

اور مسلمان (سچے) ہو تو ہمارا ہی خوف (ڈر) رکھنا (پارہ ۴ - آل عمران)

(۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰه

اے مسلمانو! اللہ کے دین کے مددگار بنے رہو۔ (پارہ ۲۸ الصف)

(۳) وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا

اور (اے نبی) یہہ (دین اسلام) ہی تمہارے رب کا (بتلایا ہوا) سیدھا راستہ ہے (پارہ ۸ الانعام)

جہاں فرامین اللہ پاک آپ نے سن لئے وہاں فرمان آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بھی سن لیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی ہوائے نفس میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے (شرح السنہ)

ہمیں مکمل احکام شریعت کا نفاذ مسلمانوں پر نافذ کروانے حکومت سے لڑنے کی ضرورت ہے۔ ڈرنے کی نہیں ہیں بے خوف ہو کر اپنی آئینی قانونی جنگ کرنی ہوگی حتیٰ کہ جان کی بازی لگانی کیوں نہ پڑے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور احکام زکوٰۃ

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ارتداد ابھرا، جلیل القدر صحابہ نے جام شہادت نوش فرما کے اس فتنہ کو مٹایا۔ ایک قبیلہ نے ایک شرط پیش کی کہ وہ اسلام کے چار ارکان کو تسلیم کرنے تیار ہیں۔ صرف زکوٰۃ سے مستثنیٰ کیا جائے۔ صدیق اکبر رضؓ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم کسی سے ایک ٹکڑا رسی کا بھی اگر زکوٰۃ میں نکلتا ہے اور وہ ادا کرنا نہ چاہے تو میں اس سے جہاد کروں گا۔ اللہ پاک نے آپ کو کامیاب فرمایا یہہ آج کا کیسا اسلام ہے اور کیسے علماء ہیں کہ صرف پرسنل لا کی انہیں ضرورت ہے۔ دیگر احکام شریعت شراب نوشی اور زنا وغیرہ کے احکام از روئے شریعت مسلمانوں پر نافذ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے چونکہ اسمیں بظاہر سختی نظر آتی ہے۔ ایک ہندو ایڈوکیٹ نے ہم سے پوچھا۔ "آپ لوگ پرسنل لا کے لئے

لڑتے ہیں۔ شراب اور زنا کے لیے قانون اسلام کی سزا کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے۔ گویا

"میٹھا میٹھا ہپ ہپ۔ کڑوا کڑوا تھو تھو۔"

ہم نے جواب دیا وہ کڑوا کڑوا نہیں ہے وہ بھی بہت میٹھا میٹھا ہی ہے اسکے لیے بھی ہیں مطالبہ کرنا اور لڑنا ہے۔ ہندوستان ایک وحشیانہ دور سے گزر رہا ہے۔ صرف اسلامی قوانین ہی ہندوستان کو عزت اور وقار دے سکتے ہیں۔ ہم نے بہت سے اخبارات کے تراشے ان کے سامنے پیش کیے بالکل حالیہ یہاں پیش کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں یہ بڑھکر بتلائیے کہ کیا اسلامی قانون چوری اور شراب نوشی زنا کے سلسلے میں وحشیانہ ہے یا دنیا اور ہندوستان وحشیانہ دور سے گزر رہا ہے۔

تراشے

جلد: ۷۱ : ۱۳ / اکتوبر ۱۹۸۹ء جمعہ شمارہ (۲۴۹) اخبار رہنمائے دکن

بمبئی کے قحبہ خانوں میں تامل ناڈو کی تین ہزار لڑکیاں گاہکوں کے پاس جانے سے انکار پر ۴ لڑکیاں نذر آتش

مدراس : ۱۲ / اکتوبر ۱۹۸۹ء (پی ٹی آئی) : تامل ناڈو کے جنوب ارکاٹ کے موضع دیلورم کی ایک سولہ سالہ لڑکی تامیز سلوی کو گھر سے نکلنے کے بعد زبردستی ایک شخص نے اغواء کر لیا اور بمبئی لیجاکر ایک قحبہ خانہ میں رکھا گیا اور جسم فروشی کے لیے مجبور کیا گیا۔ ایک اور سولہ سالہ لڑکی لکشمی تریچوڑہ کی ایک ناخواندہ لڑکی کو جب وہ اپنے ایک رشتہ دار کو دواخانہ میں دیکھنے جارہی تھی ایک تیس سالہ عورت نے بس اسٹانڈ پر بال پکڑکر بس میں سوار کرادیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو کہا کہ یہ میری بیٹی ہے کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے اسکو پکڑکر واپس لیجارہی ہوں۔ اس عورت نے لکشمی کو بمبئی لیجاکر قحبہ خانہ میں فروخت کر دیا۔

سلوی نے بتایا کہ ابتداً اس کے اغواء کنندہ نے اسکی آبرو ریزی کی اور اسکو بمبئی میں تین ہزار روپیے کے عوض فروخت کر دیا۔ خواتین کی بھلائی کی تنظیم "سادھنا" نے بتایا کہ تامل ناڈو میں لڑکیوں کا اغواء کرنے والی کئی ٹولیاں سرگرم ہیں۔ تامل ناڈو کی تقریباً تین ہزار سے زائد لڑکیاں بمبئی کے قحبہ خانوں میں مجبوراً زندگی گزار رہی ہیں۔ چند لڑکیاں اس چنگل سے باہر نکلنے گاہکوں کے ذریعہ چوری سے چھٹیاں روانہ کرتی ہیں لیکن جب اس کا پتہ چل جاتا ہے تو ان کی شامت آجاتی ہے۔

بعض وقت ایسی کوشش پر ان لڑکیوں کو زندہ جلا دیا جاتا ہے یا بُری طرح پیٹا جاتا ہے۔ سلوی نے قحبہ خانہ کی زندگی کا حال بتاتے ہوئے کہا کہ قحبہ خانہ کی لڑکیوں کی نگرانی اکثر خواجہ سرا کرتے ہیں۔ سلوی نے بتایا کہ خود اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ چار لڑکیوں پر کیروسین چھڑک کر انہیں زندہ حالت میں جلا دیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے گاہکوں کے پاس جانے سے انکار کر دیا تھا۔ ان لڑکیوں کی راکھ اور ہڈیوں کو عمارت کے پیچھے گڑھا کھود کر دفن کر دیا گیا۔" شادوھان" بمبئی میں کام کرنے والی ایک تنظیم ہے جس نے مختلف ریاستوں کی صرف پانچسو لڑکیوں کو رہائی دلائی جس میں سلوی بھی شامل ہے۔ ہزار ہا لڑکیاں بے بسی کے عالم میں زندگی مجبوراً حیوانوں کے ساتھ گذار کر بدکاری میں مبتلا ہیں۔

اب کوئی بتلائے اسلام کا قانون زنا "وحشیانہ" ہے یا بغرض اصلاح یا ہندوستان میں وحشیانہ راج ہے جس میں معصوم لڑکیاں خونخوار بھیڑیوں کا شکار ہیں۔

ایک اور تراشہ ملاحظہ ہو کہ بدبختی کی انتہا ہے۔

جلد: ۱۴- ۲۷ / دسمبر ۱۹۸۹ء روز چہارشنبہ شمارہ ۳۱۰ - رہنمائے دکن

دہلی میں کمسن لڑکیوں کی عصمت دری کے واقعات میں اضافہ

مجرمانہ سرگرمیوں کے باعث دار الحکومت ہندوستان بھر میں سرفہرست

نئی دہلی: ۱۳ / جنوری۔ ہندوستان کے بڑے شہروں میں دہلی اس بات کے لئے بدنام رہا ہے کہ یہاں عورتیں محفوظ نہیں ہیں۔ لیکن اب یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ یہاں کمسن بچیوں کے ساتھ انسانیت سوز جرائم کے متعدد واقعات رونما ہوئے ہیں۔

گذشتہ ماہ جہانگیر پوری میں ایک ۱۹ سالہ نوجوان نے پبلک یم پولیس میں ایک ایسی بچی سے جس کی عمر صرف ۹ مہینے تھی بدفعلی کی۔ پولیس نے اس نوجوان کو گرفتار کر لیا۔ اکتوبر کے مہینے میں ذاکر حسین مارگ میں واقع ملازمین کے کوارٹرس میں ایک سفاکانہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ ایک ۴۵ سالہ شخص نے ایک چار سالہ لڑکی سے اپنی جنسی پیاس بجھائی۔ سب سے زیادہ انسانیت سوز واقعہ جو دار الحکومت دہلی میں پیش آیا وہ ایک ۱۵ سالہ لڑکی کی عصمت کا خود اس کے باپ کے ہاتھوں لٹنے کا شرمناک واقعہ ہے۔ یہ واقعہ آر کے پورم کا ہے۔ لڑکی اس واقعہ کی

شرمندگی کو برداشت نہ کرسکی اور اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی۔ اس نے پولیس کے لئے جو تحریر چھوڑی تھی اسمیں اس نے لکھا تھا کہ اس کا باپ جو پوسٹل ڈپارٹمنٹ میں ملازم ہے اس کی عصمت لوٹ لی ہے۔ یکم نومبر کی رات میں جبکہ اس کی ماں باہر گئی ہوئی تھی اس کے باپ نے اس کے ساتھ منہ کالا کیا۔ اس لڑکی نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ اس سے قبل اس کی ماں کے ایک رشتہ دار نے بھی فرید آباد میں واقع اپنے گھر میں اس کی عصمت خراب کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کی ماں کا یہ عزیز جو سرکاری ملازم تھا بعد میں گرفتار کرلیا گیا۔

مسجد موٹھ کے علاقے میں اکتوبر ۱۹۸۹ء کے مہینے میں دو ۱۹ سالہ نوجوانوں نے دوسال کی ایک بچی کو اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بنایا۔ یہ دونوں اس بچی کے باپ کے کرایہ دار تھے اور جس وقت اس بچی کی ماں کچھ سودا خریدنے کے لئے باہر گئی ہوئی تھی اس وقت ان دونوں نے اس دوسالہ بچی کو جنسی شکار بنایا۔ بچی کو زخمی حالت میں ہسپتال پہنچایا گیا۔ پولیس نے ایک نوجوان کو گرفتار کیا، دوسرا فرار ہوگیا۔

اکتوبر ۱۹۸۹ء ہی کے مہینے میں شمالی مغربی دہلی میں گیارہ مہینے کی ایک بچی کو اغواء کرنے اور اس کی عصمت دری کرنے کے الزام میں ایک چالیس سالہ شخص کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس بچی کی ماں تقریباً سات بجے شام کو اپنے تین بچوں کے ساتھ رام لیلا دیکھنے گئی تھی۔ نصف گھنٹہ میں واپس آنے کے بعد اپنی گیارہ ماہ کی بچی کو گھر میں نہ پائی۔ پڑوسیوں سے پتہ چلا کہ اس بچی کو ایک پڑوسی لے گیا ہے جس پر وہ اس پڑوسی کے گھر پہنچی اور جب اس نے دروازہ دھکا دیا تو دروازہ کھل گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ پڑوسی اس کی بچی سے جنسی پیاس بجھا رہا تھا۔ بچی دو دن تک زندگی اور موت سے لڑکر زندہ بچ گئی۔

اگست کے مہینے میں مغربی دہلی کے ایک مکان میں کچھ نوجوان داخل ہوئے، مکان میں صرف ایک دس سالہ لڑکا موجود تھا۔ ان لوگوں نے اس کا گلا گھونٹ کر اس کو ہلاک کر ڈالا اور گھر کا سامان لوٹ لے گئے۔ یہ ڈاکو ابھی تک مفرور ہیں گرفتار نہیں کئے جاسکے۔

اب اسلامی قوانین کو زنا اور چوری کے سلسلہ میں سخت بتلانے
بتلانے والے کم عقل سوچیں اور جواب دیں کہ اسلامی قوانین سخت ہیں یا یہ جرائم؟
کیا اسلامی قوانین سکون شانتی ان حالات میں فراہم کرسکتے ہیں یا نہیں۔؟

مندرجہ بالا واقعات ہم نے جس اخبار سے نوٹ کئے اسی اخبار مورخہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۸۹ء جلد (۱۴) شمارہ : (۳۱۰) کا ایک اور تراشہ ملاحظہ ہو۔

"اقلیتوں کو خوش کرنیکی پالیسی ترک کردینے کا مطالبہ

قومی محاذ حکومت کو —— ہندو ایڈوکیٹس کی دھمکی"

حیدرآباد : ۲۶ر دسمبر ۱۹۸۹ء اکھل بھارتیہ ہندو ایڈوکیٹس فیڈریشن حیدرآباد نے مرکزی وزیر قانون مسٹر دنیش گوسوامی کے جمعہ کو لوک سبھا میں دیئے ہوئے اس بیان پر کہ حکومت ہند کا ملک میں یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کا کوئی منصوبہ نہیں ہے اور حکومت اقلیتوں کے پرسنل لا میں مداخلت نہیں کرے گی۔ اور یکساں سول کوڈ صرف اسی وقت نافذ کیا جائیگا جبکہ اس ضمن میں اقلیتوں کی طرف سے پہل کی جائے۔ فیڈریشن نے حکومت کے اس بیان پر اعتراض کرتے ہوئے دستور ہند کی دفعہ (۴۴) کے مطابق یکساں سیول کوڈ نافذ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اور صدر فیڈریشن مسٹر شنکر راؤ بلولیکر اور جنرل سکریٹری مسٹر بھرت سنگھ کے دستخط سے جاری کردہ پریس نوٹ میں کہا گیا کہ قومی محاذ حکومت سابقہ کانگریس حکومت کے نقش قدم پر ہی چلے گی تو پتہ نہیں مستقبل میں حکومت کا کیا ہوگا انہوں نے حکومت اور وزراء کو اقلیتوں کو خوش کرنے کی پالیسی ترک کرنے کی دھمکی دی۔ صدر بی جے پی مسٹر ایل کے اڈوانی نے ان کے بیان کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس مقصد میں مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

ہم نے دارالحکومت دہلی اور ہندستان میں جو شرمناک جرائم اخبارات ہی سے لیکر درج کئے ہیں کیا ان کا تسلسل قائم رہنے کے لیے مندرجہ ذیل مطالبہ برادران وطن کر رہے ہیں۔ صرف اسلامی قانون ہی ہے جو ہندوستان کو ان شرمناک جرائم سے پاک کرسکتا ہے

مسلمان اقلیت نہیں بلکہ حقیقت اگر اقلیت تو استحقاق حکمرانی انہیں حاصل

مسلمانوں میں احساس کمتری پیدا کرنے انہیں اقلیت کہا جارہا ہے۔ حکمران اعلی ذات

طبقہ جو آبادی کا تین فیصد ہے اور جو آزادی کے بعد سے اب تک حکومت کر رہا ہے وہی دراصل اقلیت کا طبقہ ہے جو دراصل آریا حملہ آور قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ آریا جب ہندوستان آکر حکومت کرنے لگے تو یہاں کے اصلی باشندوں پر ہزارہا سال مظالم کر کے انہیں پست اقوام میں تبدیل کر دیا اب اپنے کو اکثریت بتلانے' انہیں رعایتیں RESERVATION دیکر اپنے میں شامل کر رہا ہے۔ آریاؤں نے جب ہندوستان پر حکومت کی وہ اقلیت میں تھے۔ جب مسلمان ہندوستان آکر حکومت کرنے لگے وہ بھی اقلیت میں تھے۔ انگریزوں نے جب ہندوستان پر حکمرانی کی وہ بھی اقلیت میں تھے اگر مسلمان اقلیت میں ہیں تو از روئے تاریخ حکومت کرنا ان ہی کا حق قرار پاتا ہے جو بلاشبہ ایک حقیقت ہے۔

دیکھ مسجد میں شکست رشتہ تسبیح شیخ
بت کدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ
(علامہ اقبال)

۱۱ ستمبر ۱۹۸۶ء کے اخبار رہنمائے دکن میں سٹریم میں شائع شدہ بھارتیہ جنتا پارٹی کے صدر مسٹر ایل کے اڈوانی کا منتر سمیت چکرورتی کو دیا انٹرویو شائع ہوا ہے کہ ہندوستان ہندو ملک ہے اور شریعت محمدی کی سخت ترین مخالفت کی ہے۔

ارون شوری نے اپنی کتاب سیاست میں مذہب RILIGION IN POLITICS میں اسلام قرآن کریم پیغمبر اسلام اور مسلمانوں پر جو کیچڑ اچھالا ہے اس کتاب کا ایک ایک لفظ زہر ہے۔

روزنامہ اسٹیٹسمین کی ۲۲ جولائی ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں بلراج مدھوک نے مسلمانوں کے جذبہ حب الوطنی کو شکوک بتلاتے ہوئے بکواس کی ہے کہ ہندوستانی مسلمان یا تو پاکستان جائیں یا تو خود کو ہندو بنالیں یا پھر حقوق شہریت سے محروم ہو جائیں چونکہ موجودہ مسلمانوں کی (۹۰) فیصد آبادی ۱۹۴۷ء سے قبل تقسیم ملک کی حامل تھی۔

۱۴ دسمبر ۱۹۸۹ء کے اخبار رہنمائے دکن میں وشوا ہندو پریشد کے کارگزار صدر مسٹر ڈی۔ ایچ ڈالما نے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ تصادم ترک کر کے ہندو عوام کی خیرسگالی حاصل کریں اور اپنی تین عبادت گاہیں ہندوؤں کو واپس کر دیں۔

اسطرح آئے دن چند متعصب برادران وطن نشہ میں مجانے اسلام کے احکام کی توہین اور مسلمانوں کی دل آزاری کرنے اور فضاء کو خراب کرنے تلے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے

یہاں کے اصلی باشندوں کو تباہ و تاراج کر دیا جو اب تک حیوانوں کی سطح پر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں جنہیں شانہ بشانہ چلنے کا موقعہ دیا تو بقول حضرت اقبال

بدلے نیکی کے یہ برائی ہے ٭ میرے اللہ تری دہائی ہے
ہاں تملق پیشگی دیکھ آبرو والوں کی تو ٭ اور جو بے آبرو تھے ان کی خودداری بھی دیکھ
جن کو ہم نے آشنا لطف تکلم سے کیا ٭ اس حریف بے زباں کی گرم گفتاری دیکھ

اس وقت ہمارے علماء پر بڑی بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کہ ایک طرف تو اپنی قوم کو سنبھالیں اور دوسری جانب ان ناداں برادرانِ وطن سے قانونی و آئینی اخلاقی اور ہر طرح سے معرکہ آرائی کریں اور قوم کو صحیح راہ دکھائیں یہ وقت آپس کے اختلافات کا نہیں ہے۔ مسلمان دنیا سے برائیوں کو مٹانے پیدا ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم اللہ پاک کے احکام ازروئے قرآن پاک بھی پیش کر چکے اور فرمانِ مصطفوی بھی۔ یہی چیز ہمارے علماء کو بھی اپنی جدوجہد سے بقول اقبال ثابت کرنا ہے کہ مسلم کی پیدائش کا مقصد ـــ

حق نے عالم اس صداقت کیلئے پیدا کیا ٭ اور مجھے اس کی حفاظت کیلئے پیدا کیا
دہر میں غارت گر باطل پرستی میں ہوا ٭ حق تو یہ ہے حافظ ناموس ہستی میں ہوا
میری ہستی پرہن عریانی عالم کی ہے ٭ میرے مٹ جانے سے رسوائی بنی آدم کی ہے

علماء کا مقام اسی لئے بلند یعنی بعد از انبیاء ہے کہ دنیا سے برائیوں کو مٹانا اس کے ذمہ ہے۔

خیری لکڑی ہندوستان سے جا چکی تیمری اعلیٰ لکڑی یہاں رہ گئی ہے۔

پاکستان ہمارا نہیں ہندوستان ہمارا ہے

بقول علامہ اقبال ۔
چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اسلامی نقطہ نظر سے کوئی ملک پاک اسی وقت کہلایا جا سکتا ہے جہاں احکام الٰہی کا نفاذ ہو برائیوں سے حتی الامکان پاک ہو۔ پاکستان کا قیام اگر اسلامی احکام کے نفاذ کے لیے ہوا ہے تو آج کونسی برائی ہے جس کا یہ ملک مرتکب نہیں ہے اور تعلیمات قرآنی سے دور ہی دور۔ شراب زنا۔ ہوس پرستی' بے پردگی' سندھیوں اور مہاجرین کی آئے دن خون ریزیاں یعنی بھائی کا بھائی قاتل ۔ اب تو ہمہ اقسام کی برائیوں میں یہ ملک بے نظیر ہو گیا ہے سب اکہ قرآن کی اس آیت پر چلپا کر دیا۔ "الرجال قوامون علی النساء

(مرد افسر ہیں عورتوں پر) وہ قوم جو احکام الٰہی کے خلاف ایک عورت کو اپنا حاکم بنا لے وہ ملک بلاشبہ ایک ناپاک ملک ہی ہوگا۔

۲۵ رجون ۱۹۸۹ء کے اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی کہ پاکستانی ایک ۲۶ سالہ خاتون فریدہ بیگم جسمیں بحیثیت عورت کوئی نقص نہ تھا ۲۰ راپریل ۱۹۸۹ء کو ذریعۂ ویزا جسکی مدت ۸ ارجولائی کو ختم تھی دہلی آئی اور سرگنگا رام ہاسپٹل میں شریک ہوکر ڈاکٹر والی ین گپتا سے پہلے مرحلے میں آپریشن کے ذریعہ پستان اور رحم کو نکال دیا گیا دوسرے مرحلے کے آپریشن میں خاتون کو عضو تناسل لگا کر فریدہ بیگم کو فرید خان بنانا باقی ہے۔ اللہ پاک سے ٹکر لینے والی اس قوم کا یہہ ملک پاکستان ہے یا ناپاک۔

پھر عرض یہ کرنا ہے کہ پاکستان محمد علی جناح نے نہیں بنایا بلکہ گاندھی جی کی انتہاپسندی نے اور نہرو جی کی عجلت پسندی اور جلد از جلد وزیر اعظم بن کر حکومت کرنے کی خواہش نے پاکستان کو عالم وجود میں لایا اور ہندوستان کی غلط تقسیم کے مرتکب اور ہندوستان کو ماتا کہکر ماں کے دو ٹکڑے کر دے اسمیں مسلمان اور بالخصوص ہندوستانی مسلمان کا تو سرے ہی سے کوئی قصور تھا نہ ہے اور نہ رہے گا۔ جنہوں نے ہندوستان کو غیر سمجھا وہ پاکستان جا چکے اور جنہوں نے ہندوستان کو اپنا سمجھا وہ یہاں رہ گئے گویا غیری لکڑی جو جلانے کے کام آتی ہے وہ پاکستان جاکر مذہب سے دوری اختیار کرکے لفظ پاکستان کی توہین کا باعث بنے ہے۔ ہندوستان میں جو مسلمان ہندوستان کو اپنا سمجھ کر رہ گئے ہیں وہ اعلیٰ ذات کی لکڑی ہے جو تعمیراتی کاموں اور بہترین فرنیچر کے لیے کام آتی ہے۔ بعض عقل کے اندھے بوالہوس اہلِ وطن مسلمانوں کو پاکستان جانے کہتے ہیں تو ہندوستان کی فضاء ہندوستان کی گنگا وجمنا، گوداوری اور کرشنا اور چپہ چپہ زمین پکار کر ان سے پوچھتی ہے۔اے عقل سے ناآشنا بچو! ہندوستان کو صدیوں سے مسلمانوں نے خون جگر دے کر سینچا ہے۔ آزادیِ ہندوستان میں ان کا خون تم سے زیادہ رہا ہے۔ گاندھی جی نہیں - آزادی کے لیے سب سے پہلے قید ہونے والا مجاہد بہادر شاہ ظفر تھا جس نے رنگون میں ہندوستان اور دہلی کی الفت میں یہہ کہتے ہوئے جان دی کہ — ع دو گز زمین بھی نہ ملی کوچہ یار میں

محمد علی جوہر کی لندن کی پارلیمنٹ میں آزادی کے لیے دل سوز تقریریں ابھی تک فضاؤں میں گونج رہی ہیں۔ شوکت علی کے نام کو تاریخ مٹا نہیں سکتی - ہندوستان کی آزادی کیلئے پہلا شہید سلطان ٹیپو ہے۔

آزادی کے بعد بھی عبدالحمید حوالدار کا نام ہندوستان کی پیشانی پر چمک رہا ہے جس نے ہند۔ پاک جنگ میں اپنے ملک ہندوستان کے لیے اپنی جان کی قربانی دے کر اپنے خون سے نہ مٹنے والے حروف میں لکھ دیا کہ ہندوستان ہندوستانی مسلمانوں کا ہے اور اے پاکستان والو! تم دوست بن کر تو رہ سکتے ہو مگر دشمنی کی ایک نظر ہمارے ملک ہندوستان پر نہیں ڈال سکتے ــــــــ مسلمانوں کو ہندوستان کی تعمیر میں پورا پورا بلکہ اولین ادھیکار ہے۔ بہتر ین قانون نافذ کرنے کا حق بھی اور بہترین قانون کے نفاذ کے لیے جد و جہد کرنے کا حق اولین بھی ہندوستانی مسلمانوں کو حاصل ہے۔

اسلامی قانون وحشیانہ نہیں عزت و سکون دینے والا ہے

ہمیں ہندوستان میں صرف پرسنل لا کے نفاذ سے بحث نہیں ہونی چاہیئے بلکہ مکمل قانون شریعت کے نافذ کرنے سے دلچسپی ہونی چاہیئے۔ کون کہتا ہے کہ چور کی سزا اور زنا کی اور تمام دیگر اسلامی سزائیں وحشیانہ ہیں جیسا کہ اخبارات کے تراشے درج کر کے نمایاں کیا گیا ہے۔ وحشیانہ فضا ہندوستان پر طاری ہے اور شیطانی اعمال نے ہندوستان کی عزت، سکون اور وقار کا جنازہ نکال دیا ہے۔

پاکستان کا جہاں تک سوال ہے بقول حضرت اقبال

زمیں کیا آسماں بھی تری کج بینی پہ روتا ہے ؎ غضب ہے سطر قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے

آیا قرآن کی حسب ذیل آیات کو پاکستان نے ایک عورت کا راج قائم کر کے چلیپا نہیں کر دیا ہے؟

(۱) وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ

(سورہ الاحزاب ۳۳ ویں سورت پارہ ۲۲)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

(۲) اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ

ترجمہ: مرد افسر ہیں عورتوں پر (سورہ النساء آیت ۳۴)

اس وقت ہمارے سامنے بے نظیر بھٹو کی ماں کی تصویر ہے یعنی بیگم نصرت بھٹو وہائٹ ہاؤس واشنگٹن میں سابق امریکی صدر فورڈ کے ساتھ محو رقص ہے اور ملک پاک کہلانے کا اللہ و رسول کی اس قدر خلاف ورزی کے بعد بھی کیا مستحق ہے اس کا تصفیہ اہل بصیرت ہی کر سکتے ہیں۔

ان قرآنی آیات سے نافرمانی جہاں پاکستان میں اپنی انتہائی بلندی پر جلوہ نما ہے وہیں ہندوستان میں بھی مسلم تنظیمیں عورتوں کو الکشن میں ٹکٹ دیکر حتیٰ کہ کنواری لڑکیوں کو تک کھڑا کر رہے ہیں اور ہمارے علماء خاموش تماشائی ہیں۔ صرف پرسنل لا اور بنک انٹرسٹ کا مسئلہ لئے فتوے صادر کرنے میں مصروف علماء کو مکمل طور پر قرآنی احکامات کی تعمیل کرنے اور کرواتے میں مصروف رہنا چاہیے اور نواب بہادر یار جنگ کے اس قول کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ

"جو قیادت قرآن کے منبع سے سیراب نہیں ہے میں اسے سراب سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔"

آئیے اب ہم ایک حالیہ سوہانِ روح واقعہ کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ شیبا اینڈ لتا اسکول شانتی نگر نارتھ لالہ گوڑہ سکندرآباد کے جماعت ہشتم کے سالانہ سنہ ۱۹۹۰ء کے امتحان کے ایک پرچہ میں ایک لازمی سوال دیا گیا کہ "کیا مسلمان کتوں سے بدتر ہیں؟" ہر بچہ کو چاہیے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو یہ جواب مصنوعی دلائل کے ساتھ اثبات میں بغرض کامیابی دینا ہوگا۔ افسوس کہ یہ مضمون نصاب کی کتاب میں شامل کیا گیا۔ کسی مسلمان یا مسلمان ٹیچر نے تک توجہ نہ کی۔ یہ سوال دینے نصاب کی کتاب مرتب کرنے والی وہی قوم ہے جس نے اپنے دور حکمرانی میں یہاں کے اصلی باشندوں کے ساتھ کتوں کا سا سلوک کیا۔ صرف ان کی ہڈیاں باقی رکھی ان کا پورا گوشت کتوں کی طرح کھا گئے

اسلام میں سیاست اور مذہب علٰحدہ نہیں۔ دونوں کو ایک ہی صاحب بصیرت کے ہاتھ میں رہنا چاہیے تھا لیکن مسلمانوں نے دو نظام قائم کئے۔ ایک شاہی نظام جمہوریت یعنی خلافت کا خاتمہ کرکے دوسرا خانقاہی نظام بقول علامہ اقبال :-

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی ؎ ہوس کی امیری ہوس کی گدائی

ان دونوں خود ساختہ نظام میں ہندوؤں کیلئے سادات اور رواداری کے مظاہرے ترکے سینے سے لگا اور سر پر بٹھا کے مسلمان خود کمزور اور زوال پذیر ہو گیا کہ نہ صرف حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا بلکہ یہ الفاظ بھی سننے پڑے ۔ حکیم الامت نے سچ فرمایا :

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے ؎ ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان اور علماء خود ساختہ نظام چھوڑیں اور حقیقی اسلامی نظام نافذ کرنے جان کی بازی لگادیں۔ آئیے اب ہم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا جائزہ لیں کہ کس قدر اس کتاب کی تائید اور مطابقت میں ہیں۔

دیکھو : شب و روز ڈائری ۱۹۹۰ء ۱۱ – ۱۴۱۰ھ

اِس کے سوا چارہ نہیں کہ...

آپ کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس دین کو زمین میں قائم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگادیں اور یا تو اسے قائم کر کے چھوڑ دیں یا اسی کوشش میں جان دے دیں۔ یہی کسوٹی ہے جس پر آپ کے ایمان و اعتقاد کی صداقت پرکھی جا سکتی ہے۔ آپ کا اعتقاد سچا ہوگا تو آپ کو کسی دوسرے دین کے اندر رہتے ہوئے آرام کی نیند تک نہ آسکے گی کجا کہ آپ اس کی خدمت کریں اور اس خدمت کی روٹی مزے سے کھائیں اور آرام سے پاؤں پھیلا کر سوئیں۔ اس دین کو حق مانتے ہوئے تو جو لمحہ بھی آپ پر کسی دوسرے دین کی ماتحتی میں گزرے گا۔ اس طرح گذرے گا کہ بستر آپ کے لیے کانٹوں کا بستر ہوگا۔ کھانا زہر اور حنظل کا کھانا ہوگا اور دینِ حق کو قائم کرنے کی کوشش کیے بغیر آپ کو کسی کل چین نہ آسکے گا لیکن اگر آپ کو دین اللہ کے سوا کسی دوسرے دین کے اندر رہنے میں چین آتا ہو اور آپ اس حالت پر راضی ہوں تو آپ مومن ہی نہیں، خواہ آپ کتنا ہی دل لگا کر نماز پڑھیں، کتنے ہی لمبے لمبے مراقبے کریں، کتنی ہی قرآن و حدیث کی شرحیں فرمائیں اور کتنا ہی اسلام کا فلسفہ بگھاریں۔

مفکرِ اسلام **مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ**

جیسا کہ مولانا نے فلسفہ بگھارنے کے تعلق سے اوپر فرمایا ہے ایسے فلسفہ کے بارے میں علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

یا مردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار ؛ جو فلسفہ لکھا نہ گیا خونِ جگر سے!

علمائے دین کے اختلافات مسلمانوں میں انتشار

اور علامہ اقبال کی فریاد

اے روحِ محمد

شیرازہ ہوا ملّتِ مرحوم کا ابتر!
اب تو ہی بتا، تیرا مسلماں کدھر جائے!

وہ لذتِ آشوب نہیں بحرِ عرب میں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفاں کدھر جائے!

ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد
اس کوہ و بیاباں سے حُدی خواں کدھر جائے!

اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمد!
آیاتِ الٰہی کا نگہباں کدھر جائے!

باب دوازدہم

مصائب سے لبریز زندگیِ محمدؐ
رُخ بدل ڈالا جس نے وقت کی پرواز کا

(علامہ اقبال)

اب ہم بڑی آسانی سے یہ کہتے ہیں :

جب بھی دنیا کی قیادت کا خیال آتا ہے تو دل میں فوراً ہی محمدؐ کا خیال آتا ہے مگر کبھی ہم یہ بھی سوچتے ہیں کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قیادت نرم نرم گدول پر بیٹھ کر فرمائی یا کانٹوں پر چل کر قیادت کرنے کے انداز سکھائے۔

حالات ناقابلِ قیاس حد تک ناہموار۔ طاقتور اور ظالم کفار۔ ابلیس کے چیلے و مرید۔ شر کے پیکر مجسم آوازِ حق کا زبان سے نکالنا۔ موت کو دعوت دینے کے مترادف۔ مصائب کے تیروں کی بارش۔ یہ تھے حالات اور تھا حکم باری تعالیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ جاؤ۔ دعوتِ حق دو۔ بحکم خدا دعوت حق دی۔ سب دشمنوں کو تسلیم ہے محمدؐ صادق ہیں۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ محمدؐ عادل ہیں انصاف سے کبھی نہیں ہٹتے۔ محمدؐ امین ہیں۔ محمدؐ صاحبِ کردار ہیں۔ مگر دیکھا آوازِ حق اٹھانے کا انجام۔؟ اسی محمدؐ کو جو یہ تن خوبیوں کے مجسم تھے، دیوانہ کہا جانے لگا۔ یہی محمدؐ بحکم خدا کفار کو راہ راست پر لانے معجزے دکھاتے تھے۔ قائل ہونے کے بجائے جادوگر کہا جانے لگا۔ اس پاک محمدؐ کی جس راستے سے تشریف فرمائی ہوتی خاک اس نورِ مجسم صادق وامینؐ پر جھونک دی جاتی۔ راستے میں کانٹے اس رہبر کاملؐ کے قدموں کو لہولہان کرنے بچھا دیئے جاتے۔ اور یہ پیارے قدم لہولہان ہو جاتے۔

اے بنی اسرائیل کے انبیاء کے مساوی مرتبہ رکھنے والو۔ اُمتِ محمدیؐ کے علماء۔ آج امت پر وہی وقت ہے۔ اب تمہیں مسندوں پر ممبروں پر بیٹھ کر وعظ کرنا نہیں بلکہ

کانٹوں پر سے گزرنا اور اپنے پاؤں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں لہولہان کرنا ہوگا۔ غیروں سے تو کیا اپنی ہی قوم سے دیوانے کہلانے تیار رہنا ہوگا۔

ہماری قوم کی زبوں حالی کردار کا نقدان انجام سے بے خبری، انتشار ملی، قلبی، دماغی کا۔ بقول حکیم الامت یہ حال ہے کہ

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے ٭ مسلماں نہیں، راکھ کا ڈھیر ہے!
غدارِ وطن اسکو بتاتے ہیں برہمن ٭ انگریز سمجھتا ہے مسلماں کو گداگر!
پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت ٭ کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر!
آواز حق اٹھتا ہے کب اور کدھر ہے ٭ مسکیں دلکم مانده دریں کشمکش اندر

آواز حق اب اٹھانے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کہلانے والو! اللہ کے واسطے آرام وچین اور نرم نرم گدوں کو چھوڑ کر آگے بڑھو۔

ایک مرتبہ رہبر کامل صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں نماز ادا فرمارہے ہیں ایک بدنصیب ابلیس کا چیلہ اپنی چادر کو لپیٹ کر رسی کی طرح بناتا اور جب محسن انسانیت سجدہ ریز ہوتے ہیں تو آپکی گردن میں ڈالکر پیچ دینا شروع کرتا ہے یہاں تک کہ آپ کی گردن مبارک پیچ جاتی ہے مگر آپ حالت سجدہ میں ہی ہیں اتنے میں رفیق نبوت صدیق رض وہاں پہونچتے ہیں۔ اس سیاہ بخت کو دھکا دیکر الگ فرماتے ہیں۔ اب شرپسندوں کے ظلم کا دھارا رفیق نبوت رض کی طرف پلٹتا ہے۔ آپ رض کو اس قدر مارا جاتا ہے کہ آپ لہولہان ہوجاتے ہیں۔ آپ کے سر پر ایسے زخم آتے ہیں کہ بالوں کی لپٹیں ہاتھ میں آجاتی ہیں۔

اے انبیاء کے جانشین کہلانے والو! ابلیس کے شر کا مقابلہ آسان نہیں — اب مواعظ وگفتار کی گرمی اور آب رواں کی طرح قرآن خوانی قوم کو سدھار نہ سکے گی۔ اب مجسم قرآن بن کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کرام رض کی طرح میدان عمل میں سرگرم عمل ہونے کا وقت آگیا ہے۔ غیر تو غیر ہی ہیں کیا عجب ہے کہ اپنی قوم کہلانے والوں ہی کے ہاتھوں لہولہان ہونے کا وقت آجائے چونکہ ہماری قوم کا علامہ حالی کے نقطہ نظر سے ایک عرصہ قبل ہی یہ حال اور انجام ہوچکا ہے۔

جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے ٭ اس دین میں خود بھائی سے بھائی جدا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے ٭ اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

جو دیں کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا ✧ اب جنگ و جدل چار طرف اسمیں بپا ہے

ایک مرتبہ فخر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے پاس نماز میں مصروف تھے کہ ابوجہل بدبخت نے دیکھ لیا اور فوری اونٹ کی اوجھڑی گندگی سے بھری منگوائی جب یہہ پاک آواز حق اٹھانے والی ہستی اللہ پاک کے حضور میں سجدہ ریز ہوئی ابلیس کے اس چیلے نے یہہ اوجھڑی گندگی سے بھری آپ کے مبارک اور پاک پیٹھ پر رکھدی۔ ابلیس کے سب چیلے یہہ دیکھکر قہقہے لگائے اور خوش ہوتے جاتے تھے۔ آخر ایک چھ سالہ دختر نیک اختر حضرت فاطمہ الزہرہ خاتون جنت رض نے اس اوجھڑی کو آپ کی مبارک پیٹھ سے ہٹایا اور سب کو اس معصوم جان نے برا بھلا کہا۔

اے علماء کے مقدس اور قابل احترام گروہ! ختم المرسلین کے جانشینو! اب وقت گرمیٔ گفتار دکھانے کا نہیں بلکہ اب تو بقول حکیم الامت مجاہد بن کر مستیٔ کردار دکھانے کا وقت آگیا ہے۔ اب منبروں سے اٹھ کر میدان عمل میں آکر مستیٔ کردار دودھاری تلوار بن کر دکھانی ہوگی۔ ہائے رسول اللہ کے ادنیٰ غلام حضرت اقبال نے سچ کہا کہ

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال ✧ ملا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار

شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق ✧ افکار میں سرمست، نہ خوابیدہ نہ بیدار

وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو ✧ ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

اور آگے بڑھتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ آواز حق اٹھانے والا اللہ کا نبی ہے اور اس نبی کو ماننے والے خوش نصیب ساتھی شعیب کی گھاٹی ہے۔ ابلیس کے چیلوں نے ایک معاہدہ طے کیا ہے کہ محمد اور محمد کے ماننے والوں کے ساتھ کوئی معاملات نہ کیجائے نہ کھانا نہ اناج نہ کپڑا انہیں فروخت کیا جائے۔ تین سال کا طویل عرصہ گذر گیا۔ محمد اور محمد کے ساتھیوں نے جن سے اللہ خوش تھا اور جو اللہ سے خوش تھے بھوک اور مصائب میں یہہ مدت گزاری۔ آخر دیمک نے بحکم خدا اس معاہدہ کے کاغذ اور اسکی تحریر کو آخر کار چاٹ ڈالا۔ باقی رہا تو نام اللہ پاک اور نام محمد۔

جب فقر و غنا کی یہہ منزلیں آتی ہیں تو ... قدم چومتا ہے۔ پھر قوم میں دیکھو کون کون پیدا ہوتے ہیں۔ صدیق اکبر رض بھی فاروق اعظم رض بھی عثمان غنی رض بھی شیر خدا علی رض بھی خالد جانباز بھی۔ بلال حبشی رض جاں نثار بھی۔

اے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینو! اب قوم سے فقر و غنا جاتا رہا۔ ان مواعظ کی گرمی انہیں سدھار نہ سکے گی۔ زمانہ سے ٹکرانا ہوگا۔ فقر کی تلوار کو قوم کے

ہ میں دینا ہوگا تو پھر دیکھئے بقول حکیم الامت

اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار

قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن　　یا خالدؓ جانباز ہے یا حیدرِ کرارؓ

دنیا کو راہ راست پر لانے حق کی آواز اٹھانے والی محترم ہستیؐ ہے اور پیٹ پر تین تین
رہیں یعنی تین تین دن کا فاقہ ہے۔ نادان یہ سمجھتے ہیں کہ کھانے ہی کو نہ ملے تو فاقے کے سوا
ہ ہی کیا تھا۔ مجبوری اور ناداری کو فخریہ انداز کیوں دیا جارہا ہے۔؟ تاریخ کے اوراق الٹاؤ۔ دیکھو
ضرت خدیجہؓ عرب کی سب سے دولت مند خاتون ہیں اور محمدؐ کے کردار اور تجارت اور وہ حسن ظاہری
باطنی دیکھکر آپ کی ذات پر فدا ہیں۔ نکاح ہوا، تمام غلاموں کنیزوں کو بلوا کر مال و دولت
انبار لگانے کے بعد اعلان کر دیا کہ یہ میرا تمام مال دولت میرے تمام کنیز و غلام آج سے سب
رے شوہر محمدؐ کی ملک ہیں۔ دولت کا اندازہ اس بات سے کر لو کہ حضرت خدیجہؓ کے پاس
ف سونے کے ہاون (۲۴) تھے پھر عرب میں محمدؐ بن عبداللہ سے زائد بہتر انداز سے تجارت
نے والا کون تھا ؟۔ پھر اسی ہستی پر فاقے کیوں ؟ دولت کہاں گئی۔ یہ سوال مشکل نہیں
جواب نہ دیا جاسکے۔ صرف اسلام پر فدا ہوئی یہ دولت صرف اللہ کی ذات و خوشنودی پر
بان ہوئی۔ نہ صرف یہ دولت بلکہ خدیجہؓ کی ذات اور محمدؐ کی ذات بھی اللہ کے اسلام کو
پھیلانے بظاہر مٹ گئی۔ اور اب فاقے ہیں۔

اے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین علمائے کرام ! اب وقت دولت جمع کرنے
ور آرام سے گذارنے کا نہیں بلکہ اللہ پاک کیلئے اسلام پر لٹانے کا وقت ہے۔

لوگوں کے اس بیان کو غلط ثابت کر دو کہ ایک شخص ایک مرشد کے پاس مرید ہونے گیا
رشد کے گھر کا کروفر دیکھا، مریدوں کو مرشد کے ہاتھ پاؤں دباتے اور نرم نرم گدوں پر تشریف
رما دیکھا واپس جانے لگا۔ مرشد نے پکارا۔" اے شخص آیا کیوں تھا بغیر کچھ کہے جا کیوں رہا ہے"
اس شخص نے جواب دیا" آیا تھا مرید ہونے، اب فیصلہ کر لیا ہے مرشد بننے کا کہ میرا افلاس
تو جاتا رہے گا" اے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینو ! تم اللہ پاک کی آخری آواز
ہو۔ علامہ اقبالؒ کے ان اشعار کو جو بالِ جبریل میں ایک باغی مرید کی زبان سے لکھے ہیں غلط
ثابت کر دو کہ۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی　　گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

شہری ہو دیہاتی ہو مسلمان ہے سادہ ٭ مانند بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن
نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا ٭ ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

اے تقدس مآب انبیاء کے جانشین بنی اسرائیل کے انبیاء کے مساوی رتبہ رکھنے والے علمائے دین!
اب شر کو مٹانے آگے بڑھنے خیر کا جھنڈا بلند کرنے اٹھنے کا وقت آ گیا ہے۔ قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے نار نمرود میں بھی نور حق پھیلانے والوں کو گرنا پڑتا ہے۔ پھانسی کا پھندا بھی حضرت عیسیٰؑ کے سامنے لایا جاتا ہے۔ صبر ایوب کی یاد تازہ کرنی پڑتی ہے۔ مچھلی کے پیٹ میں بھی رہ کر وحدانیت کے گن گانے پڑتے ہیں۔ آرے سے جسم کو دو ٹکڑوں میں کٹوا کر بھی زبان پر "آہ" آسکتی ہے نہ لفظ "اف" نکل سکتا ہے۔ زمانہ بدلتا نہیں زمانہ کو تو انبیاء کے جانشین بدل دیتے ہیں۔ اللہ کے حکم کے مطابق۔ اللہ کے منشاء کے مطابق۔ جیسا کہ حکیم الامت فرماتے ہیں۔

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی ٭ اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف
آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا ٭ آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

اسلام کے نور کو اجاگر کرنے اور مسلمان قوم کی قیادت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ علماء خزاں دیدہ ہوں اور رسول مقبول صلعم کی ایک سنت سے بھی محروم نہ ہوں۔ جیسا کہ حکیم الامت فرماتے ہیں۔

ایک بھی پتی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں ٭ جو خزاں نا دیدہ ہو بلبل وہ بلبل ہی نہیں

آقائے نامدار ہادی و رہبر کامل صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف اللہ کا نام لینے کے عوض کونسا مصیبت کا پہاڑ تھا جو آپ صلعم پر نہ گرایا گیا ہو۔ وطن عزیز کو خیرباد کہنا۔ جنگ بدر میں لات و منات کے ماننے والوں سے بحالت بے سروسامانی ٹکرانا جنگ احد میں دو دندان مبارک جن پر دو جہان قربان اور سورج اور چاند کی روشنی جن کے سامنے شرمندہ و ماند تھی۔ ان دندان مبارک کی شہادت ـــ صرف اسلئے کہ نور حق پھیلانا اور آواز حق اٹھانا تصور تھا۔ اے ختم المرسلین صلعم کے جانشین علمائے دین! ہمیں اب کفار کو مسلمان بنانے کا بھی وقت نہیں ہے۔ آج مسلمانوں کا بڑا طبقہ ڈاڑھیاں رکھکر نمازیں پڑھتے ہوئے نرسوا در شیخ سدو کو صرف دینوی فراغت کے لئے مان رہا ہے۔ اے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینو! ایسے گھروں کا پتہ لگاؤ۔ انہیں سمجھاؤ۔ ان کے غائب شدہ ایمان کو پھر انہیں واپس دلاؤ۔ مسلمان کی ترقی اور عروج کا راز روپیہ نہیں بلکہ ایمان کا غائب ہو جانا ہوتا ہے۔

جس نے مسلمان کو خودی اور فقر سے محروم کر دیا ہے۔ روپیہ کمانے اور رکھنے کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے دولت مند صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دولت رکھنے اور کمانے سے منع نہیں فرمایا۔ ان کی مبارک زندگیاں دیکھو دولت کمانے کے انداز ان کے کس قدر پاکیزہ تھے۔ دولت کے خرچ کے انداز کس قدر حسین تھے اور دولت رکھنے کے طریقے کس قدر اللہ اور رسولؐ کے احکام کے پابند تھے۔ رفیقِ نبوت صدیقؓ نے اپنی دولت اللہ اور رسولؐ کی خوشنودی میں لٹادی۔ حضرت عمرؓ نہ غریب تھے نہ دولت مند۔ حضرت علیؓ اور خالد جانبازؓ دولت کی گود میں نہیں بلکہ کردار کے گود میں رونق افروز تھے جن کے مقامات کی بلندیوں کے آگے ثریا کی چوٹی سرنگوں نظر آتی ہے۔ اللہ کا محبوب پیغمبرؐ چٹائی پر آرام فرمانے کے بعد بیدار ہو کر تشریف فرما ہے کہ حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ آپؐ کے مبارک بدن پر چٹائی کے نشان دیکھ کر بے تاب ہو گئے۔ عرض کیا کہ "اے دین و دنیا کے شہنشاہ! آپؐ کے جسم اطہر پر چٹائی کے نشان اور روم اور دنیا کے معمولی بادشاہ مخمل پر سوتے ہیں" سرکارؐ نے فرمایا "اے عمرؓ تمہارے سوچنے کا یہ انداز کیسے؟" یہ فرمانا تھا کہ حضرت عمرؓ کے سامنے حقیقت نمایاں ہو گئی۔ جب آپ کے دورِ خلافت میں مالِ غنیمت کے انبار آکر مدینہ میں لگ گئے۔ جب باغ باغ تھے اور حضرت عمرؓ اس دولت کے سامنے کھڑے تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ مسلمانوں نے پوچھا امیر المومنین! یہ رونے کا کونسا وقت ہے۔" آپ نے فرمایا میں اس دولت میں قوم کی تباہی دیکھ رہا ہوں۔ اے نبی آخر الزماں کے جانشینو! اب نرسو اور شیخ سدو کے ماننے والوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ دولت مقصدِ زندگی اور عروج کا سبب نہیں ہوتی اور نہ ہی دولت کا نہ ہونا زوال کا سبب بنتا ہے علامہ اقبال ضربِ کلیم میں زوال بندہ مومن سمجھاتے ہیں۔ ع۔ زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں!

نخل اسلام نمونہ ہے برومندی کا

(علامہ اقبالؒ)

اسلام کا جب نام لیا جاتا ہے تو یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا مذہب ہے یعنی دینِ محمدیؐ۔ دینِ محمدیؐ کو دینِ ابراہیمی بھی کہلاتا ہے۔ چونکہ دینِ محمدیؐ میں دینِ ابراہیمی کے بنیادی اصول شامل ہیں۔ اگر درحقیقت باریک بینی سے کام لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ دینِ محمدیؐ دین ابراہیمی کی ایک مکمل ترقی یافتہ اکمل ترین شکل ہے۔ مختصر یہ کہ دینِ محمدیؐ کو اسی طرح تمام انبیاء کے لائے ہوئے ادیان پر مکمل اور آخری ہونے کی فضیلت حاصل ہے۔

جس طرح خاتم الانبیاء کو تمام انبیاء کے امام ہونے کی فضیلت حاصل ہے ۔
پہلے ہم "دین" اور "اسلام" کے معنی سمجھنے کی کوشش کریں گے ۔ دین جس کی جمع ادیان ہے کے معنی ہیں مذہب مسلک دھرم ۔ ایمان ۔ اور اسلام کے معنی ہیں گردن جھکانا ۔ اطاعت کرنا ۔ آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے پیغمبر تشریف لائے سب نے اپنی امت پر اسلام پیش کیا اور اللہ کے سامنے گردن جھکانے اور اللہ کی اطاعت کرنے کی تعلیم دی ۔ چونکہ ہر پیغمبرؑ ایک عبوری مدت اور ایک خاص خطہ زمین اور قوم کے لیے تشریف فرما ہوئے تھے اسلئے ان کے دین کے قواعد و آئین اس وقت کے حالات اور قوم کے مزاج کے مطابق تھے ۔ حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے ایک خاص مزاج قوم کا بنا اسلئے اس دین کے بنیادی اصول دینِ محمدیؐ میں شامل ہیں لیکن چونکہ اقوام عالم کے مزاج کو قطعیت ہی نبی آخر الزماں صلعم کے دور میں ہوئی ۔ اسلئے دینِ محمدیؐ کے آئین مکمل حیثیت کے حامل ہو گئے اور دینِ محمدیؐ ایک مکمل دین بن گیا جس میں جہاں بدرجہ اتم اللہ پاک کی فرمانبرداری کے انداز جہاں سکھائے گئے وہیں اللہ کے حقوق کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق کا بلکہ مکمل ضابطہ حیات و قانون عطا فرمایا گیا اور زندگی گذارنے کے طریقوں سے آگاہ فرمایا گیا ۔
مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں ہمارا اسلام اور دین ایک نہایت ہی ترقی یافتہ اور مکمل دین و اسلام ہوا جو وقت کے تقاضوں کی قیامت تک تمام اقوام عالم کیلئے تکمیل کرتا ہے اور کرتا رہے گا ۔ اسلئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ۔

نخل اسلام نمونہ ہے برومندی کا ؎ پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

جب کوئی چیز مکمل ہو تو ادھوری چیز کے مقابلہ میں بڑی قیمتی اور بیش بہا ہو جاتی ہے ایک مکمل ہیرا ایک ہیرے کے ٹکڑے کے سامنے لاقیمت ہے ۔ خاتم الانبیاء کا لایا ہوا اسلام دین بھی بڑا قیمتی ہے اور بقول حضرت اقبالؒ

"پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا"

جس چیز کے حاصل کرنے اور قائم کرنے کے لیے جس قدر قربانیاں دی جاتی ہیں وہ چیز اسی قدر قیمتی اور بیش بہا و عزیز ہو جاتی ہے ۔ اسلام کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مصائب اٹھائے اسکا مختصر سا حال بیان کیا گیا ۔ اس دین کو پروان چڑھانے میں نہ صرف اللہ کے پیارے رسولؐ کا پیارا اور عزیز قیمتی خون نے اپنا حق ادا کیا بلکہ آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے حضرت موسیٰؑ کی قوم کی طرح یہ نہیں کہا کہ " جاؤ تم اور تمہارا خدا دونوں مل کر دشمن سے جنگ کرو

بلکہ اس دین محمدیؐ کے چمن کو صحابہ کرامؓ کے خون نے بھی بہار بخشی۔ صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ کے کارنامے۔ عثمان غنیؓ کی دولت تو وقف تھی صرف اسلام کے لیے۔ حیدر کرارؓ کی شجاعت تو آج تک ہر ایک کی زبان پر ہے بقول اقبالؒ سے

تم ہی کہدو کہ اکھاڑہ درِ خیبر کس نے ؟

خالد بن ولیدؓ کی تلوار شجاعت اور جنگی تدبیر نے اسلام کے جھنڈے کہاں کہاں گاڑ دیئے۔ حضرت بلالؓ حضرت ابو عبیدہؓ۔ صرف نام ہی لکھتے جائیں تو ضخیم کتاب بن جائے اور کارنامے اور ان کی قربانیاں اسلام کے لیے لکھی جائیں تو ایک ایسے ضخیم کتب کا ذخیرہ تیار ہو جائے گا جو ایک بڑے کتب خانہ کو مکمل کر دے گا اور روشنی اور رہبری کا ضامن بن جائے گا۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ایسے مکمل اور قیمتی بیش بہا دین اور اسلام کو جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات نے قربانیاں دیں۔ صحابہ کرام نے جانیں نثار کیں وہ اسلام جو سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا ثمر و پھل ہے ہم نے اور ہمارے علمائے کرام نے اس اسلام کی کیا درگت بنا کر رکھدی ہے اور اسلاف کے کارناموں کو اپنے کارنامے سمجھکر ہم خوش ہیں اور اسلام کو اپنی میراث سمجھکر عام مسلمان بغلیں بجا رہا ہے اور علماء ہیں کہ " میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد " سمجھکر خوش دبے خود ہیں اور اسلام کی نوعیت ہی بدل کر رکھ دی گئی ہے۔ ایک خود ساختہ اسلام کا ثمر نہ لئے جی رہے ہیں حکیم الامت آنسو بہاتے ہوئے یوں مسلمان قوم پر ماتم فرما رہے ہیں۔

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے ؎ حریت افکار کی نعمت ہے خدا داد
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدہ پارس ؎ چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد !
قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر ؎ چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا ؎ اسلام ہے محبوس مسلمان ہے آزاد

آج کا مسلمان اسلاف کے کارناموں کو اپنے بتلا کر بقول اقبالؒ سینہ تنا کر یوں فخر کرتا ہے۔

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے ؎ نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
ترے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے ؎ تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے
ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے ؎ پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے ؎ تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے ؎ زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا در خیبر کس نے ؎ شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟

توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے ؎ کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے

کس نے ٹھنڈا کیا آتشکدہ ایراں کو ؎ کس نے پھر زندہ کیا تذکرہ یزداں کو

کون سی قوم فقط تیری طلبگار ہوئی؟ ؎ اور تیرے لئے زحمت کش پیکار ہوئی؟

کس کی شمشیر جہانگیر جہاندار ہوئی ؎ کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی؟

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے ؎ منہ کے بل گر کے ھو اللہ احد کہتے تھے

محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے ؎ مئے توحید کو لے کر صفت جام پھرے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے ؎ بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

آسماں سے آواز آتی ہے :-

صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے ؎ نوع انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے

میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے ؎ میرے قرآں کو سینوں سے لگایا کس نے

تھے تو آبا وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو؟

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو ؎ نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو

بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو ؎ بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کرکے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

کون ہے تارک آئین رسول مختار ؎ مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار ؎ ہوگئی کس کی نگہ طرز سلف سے بیزار؟

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں ؎ کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں!

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی ؎ برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی ؎ فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

حیدریؓ فقر ہے نے دولت عثمانی ہے ؎ تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے

آج بھی جو ہو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

(علامہ اقبال)